اسرار قمریہ

ملفوظات

اعلیٰ حضرت میر سید شاہ قمر الدین حسین منعمی

جامع

حضرت الحاج سید شاہ عطا حسین فانی منعمی

ترجمہ، تقدیم و تحشیہ

حضرت سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی

علی
بسم اللہ العلی الاعلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی احسن الخالقین وخلق
الانسان من الماء والطین وبشرہ
بکلمۃ الانسان سری وانا سرہ وجعلہ
خلیفۃ واسرارہ الکلی علمہ والصلوۃ
والسلام علی سید الاولین والاخرین
نبیہ محمد المصطفی امام المرسلین

عکس صفحہ اول اسرار قمریہ

اسرارِ قمریہ

ملفوظات

اعلیٰ حضرت سید شاہ قمر الدین حسین منعمی عظیم آبادی

جامع

حضرت عمدۃ المتوکلین

الحاج سید شاہ عطا حسین فانؔی داناپوری ثم گیاوی

ترجمہ، تقدیم و تحشیہ

حضرت سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی

سجادہ نشین، خانقاہ منعمیہ قمریہ، ملا میتن گھاٹ، پٹنہ سٹی

خانقاہ منعمیہ قمریہ، ملا میتن گھاٹ، پٹنہ سٹی

Book	:	**Asrar-e-Quamaria**
Author	:	Hazrat Mir Syed Shah Quamaruddin Hussain Munemi
Translation, Forward & F.N	:	Hazrat Syed Shah Shamimuddin Ahmad Munemi
Publisher	:	**ERAM PUBLISHING HOUSE**
		Near Langertoli, Patna-800004
Printer	:	Eram Printers, Dariyapur, Patna-4
Price	:	**110.00**
Year of Publication	:	2013
Number of Publication	:	500

ISBN No. 978-81-925813-4-7

نام کتاب	:	اسرارِ قمریہ
ملفوظ	:	اعلیٰ حضرت سید شاہ قمرالدین حسین قدس سرہ
جامع	:	حضرت عمدۃ المتوکلین الحاج سید شاہ عطا حسین فانی
تدوین وترجمہ	:	حضرت سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی
سال اشاعت	:	2013ء
تعداد	:	500
کمپوزنگ	:	منعمی کمپیوٹر، دریاپور، پٹنہ 4
مطبع	:	ارم پرنٹرس، دریاپور، پٹنہ
قیمت	:	110 روپے

موضوعات

مقدمہ مترجم

صوفیائے کرام کے ملفوظات دنیا کے مفید ترین لٹریچروں میں سے ایک ہیں۔ جہاں ایک طرف یہ ملفوظات صاحب ملفوظ کے گہرے علمی مطالعہ کا نچوڑ ہوتے ہیں وہیں دوسری طرف ان کے طویل عملی تجربات کا خلاصہ بھی ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ کسی موضوع کی تلاش وجستجو میں ضخیم تصنیفات کے مطالعہ سے جہاں سوائے مایوسی کچھ ہاتھ نہیں آتا وہیں ملفوظات میں وہ مسئلہ یا وہ موضوع بڑی خوبیوں کے ساتھ موجود اور واضح ہوتا ہے۔ ملفوظات اور تصنیفات میں ایک واضح فرق یہ بھی ہوتا ہے کہ تصنیف کے عناوین پر مصنف اپنے مرتبے کے مطابق تحریر فرماتا ہے لیکن ملفوظات میں حاضرین یا سائل کے علمی وروحانی صلاحیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے تجربات و مشاہدات اور اپنے علم وآگہی کا خلاصہ بیان فرماتا ہے۔ اس لیے عموماً ملفوظات کی زبان اور ان کا انداز بہ نسبت تصانیف کے بے تکلف اور مکالماتی رنگ لیے ہوتا ہے۔

ملفوظات صاحب ملفوظ کے گرد اگرد سیاسی، سماجی، معاشی، مذہبی اور روحانی حال و احوال کے بھی خوب عکاس ہوتے ہیں اور اس سے اس دور کی تہذیب وثقافتی تاریخ وتمدن کو سمجھنے میں بھی بڑی مدد ملتی ہے۔ ملفوظات اپنے دور کی لسانی صورت حال کا بھی عکاس ہوتے ہیں اسی لیے کسی بزرگ کے ملفوظات اس دور کو سمجھنے کے لیے بھی بے حد اہم ذریعہ اور ماخذ ہوتے ہیں۔

بہار میں ملفوظات کی تاریخ بھی تذکرے کی مانند حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری (م 782ھ) سے شروع ہوتی ہے۔ حضرت مخدوم جہاں کے ملفوظات کا پہلا مجموعہ معدن المعانی بہار میں ملفوظات کا نقطۂ آغاز ہے۔ اس کے جامع حضرت زین بدر عربی نے معدن المعانی کے بعد خوان پُر نعمت، مخ المعانی، ملفوظ الصفر، گنج لایفنی، کنز المعانی اور راحت القلوب

کے ناموں سے حضرت مخدوم جہاں کے قیمتی ملفوظات جمع و مرتب فرمائے۔ اس میں صرف معدن المعانی، مخ المعانی، راحت القلوب اور خوان پُر نعمت کا فارسی متن شائع ہوا ہے بقیہ قلمی ہیں۔ معدن المعانی، خوان پُر نعمت اور راحت القلوب کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ مخ المعانی کا اردو ترجمہ، جو سہ ماہی انوارِ مخدوم، بہار شریف میں قسط وار شائع ہوتا رہا، ہنوز نامکمل ہے۔ حضرت مخدوم جہاں کا ایک ملفوظ اسباب النجاۃ لفرقۃ العصاۃ کے نام سے شیخ اشرف ابن رکن بلخی الفردوسی نے بھی جمع فرمایا، یہ بھی ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ اس کے علاوہ حضرت مخدوم جہاں کا ایک ملفوظ مغز المعانی کے نام سے ملتا ہے۔ جس کے جامع شیخ شہاب الدین عماد ہیں یہ بھی مخطوطہ ہے۔

حضرت مخدوم جہاں کے معاصر اور سگے خالہ زاد بھائی حضرت مخدوم احمد چرم پوش سہروردی (م 776ھ) کا بھی ایک مختصر ملفوظ ضیاء القلوب کے نام سے ملتا ہے۔ جس کے جامع شیخ علی ابراہیم صوفی تھے۔ اس کا فارسی متن 1320ھ میں کانپور سے شائع ہو چکا ہے۔ اب نایاب ہے۔

حضرت مخدوم جہاں کے دوسرے جانشیں حضرت مخدوم حسین بن معز نوشۂ توحید بلخی (م 844ھ) کے ملفوظات کا مجموعہ گنج لایخفیٰ کے نام سے مولانا عنایت اللہ نامی ایک مرید و معتقد نے جمع فرمایا ہے یہ ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ اس کے اکثر نسخے مرتب کے مقدمے کے بغیر ملتے ہیں میں نے پھلواری اور حیدر آباد میں اس کے ایسے نسخے تلاش کر لیے ہیں جس میں مقدمہ موجود ہے اور اس کا مقدمہ سہ ماہی انوارِ مخدوم شمارہ –2 میں اپنے تعارف و تحقیق کے ساتھ شائع کر دیا ہے۔

حضرت مخدوم حسین نوشۂ توحید بلخی کے پوتے اور حضرت مخدوم جہاں کے چوتھے سجادہ نشیں حضرت مخدوم احمد لنگر دریا بلخی (م 891ھ) کے ملفوظات کا ضخیم مجموعہ مونس القلوب کے نام سے قاضی سید ابن خطاب منیری نے مرتب فرمایا یہ بھی اب تک غیر مطبوعہ ہے اور اس کے متعدد نسخے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ بہار کی علمی روحانی اور سماجی تاریخ کے لیے یہ ملفوظ بے حد اہم اور گراں قدر ہے۔ اس کا اردو ترجمہ مولانا علی ارشد صاحب شرفی نے فرما دیا ہے اور یہ شائع ہو چکا ہے۔

حضرت مخدوم شعیب منیری ثم شیخپوروی فردوسی قدس سرہ کے ایک ملفوظ کا ذکر داناپور کے متاخرین تذکرہ نگاروں نے کیا ہے لیکن ان کا اب تک نہ کوئی ملفوظ دریافت ہوا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی اور مستند حوالہ کہیں ملتا ہے۔

حضرت مخدوم جہاں کے مرید وخلیفہ حضرت مولانا شاہ آموں کا ایک ملفوظ تحقیقات المعانی کے نام سے ملتا ہے جسے ان کے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ ارزانی نے جمع فرمایا ہے اس کے قلمی نسخے بھی ملتے ہیں اور اس کا فارسی متن بھی شائع ہو چکا ہے۔

حضرت مولانا آموں کا ان کے پوتے حضرت شاہ مبارک کا جمع کردہ ملفوظ مطلوب المبارک کے نام سے ملتا ہے۔ سلسلہ فردوسیہ کے بزرگوں سے متعلق یہ بھی ایک نہایت اہم ماخذ ہے اس کا فارسی متن شائع ہوگیا ہے۔

حضرت احمد لنگر دریا بلخی کے بعد حضرت شاہ رکن الدین شطاری جندہوی کے درمیان بہار میں کوئی ملفوظ مرتب ہوا یا نہیں ہنوز مسئلہ تحقیق ہے۔ اس درمیان کئی مقتدر ہستیاں بہار میں جلوہ بار ہیں اس لیے ملفوظات کی ترتیب کا امکان تو ہے لیکن یقین کے ساتھ اس وقت کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ حضرت سیدنا محمد القادری الجھری، حضرت شاہ قاضن علا شطاری، حضرت میر سید فضل اللہ قطبی المعروف بسید گوسائیں، حضرت سید جمال الدین جان من جنتی مداری بلسوی، حضرت مولانا شہباز محمد بھاگلپوری، حضرت مخدوم درویش اشرف بیتھوی، حضرت مخدوم سید حسن دانشمند اور پیر دمڑیا کے نام سے مشہور ان کے صاحبزادگان و نبیرگان، حضرت دیوان شاہ ارزاں، حضرت مخدوم شاہ دولت منیری، حضرت شیخ بڈھ طیب دانشمند بہاری وغیرہ وغیرہ وہ شخصیتیں ہیں جن کے ملفوظات بہت ممکن ہے کہ مرتب ہوئے ہوں لیکن ابھی تک ہماری رسائی ان تک نہیں ہے۔ واللہ اعلم ورسولہ۔

حضرت قاضن علا شطاری (م 901ھ) کی تصنیف معدن الاسرار کو بعض لوگوں نے ملفوظ سمجھ لیا ہے اور لکھ بھی دیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ معدن الاسرار باضابطہ تصنیف ہے اس پر مصنف قدس سرہ کے داماد اور خلیفہ حضرت میر سید علی منجھن شطاری نے صرف اپنا مقدمہ لکھا ہے۔

حضرت مولانا شہباز بھاگلپوری قدس سرہٗ کے دو نامور خلفا کے ملفوظات مرتب ہوئے جن میں ایک حضرت مولانا شاہ ابوالبرکات محمد فایض ہیں، جن کی خانقاہ نمو ہیاں میں مرجع خلائق تھی۔ ان کے ملفوظات ان کے مرید حضرت شاہ غلام محمد نے جمع فرمائے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ خانقاہ شہبازیہ بھاگلپور میں محفوظ ہے۔ اور دوسرے حضرت مولانا خواجہ علی (تیگھرا) ہیں۔ ان کے ملفوظات بھی خانقاہ شہبازیہ بھاگلپور میں موجود ہیں

حضرت شاہ رکن الدین شطاری جندہوی کے ملفوظات ان کے خلیفہ خاص حضرت پیر امام الدین شطاری نے فوائد رکنیہ کے نام سے مرتب فرمائے اس کے قلمی نسخے بھی مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں یہ ایک اہم ملفوظ ہے جو نہ صرف شطاری بزرگوں سے متعلق قیمتی معلومات فراہم کرتا ہے بلکہ عہد اورنگ زیب اور مابعد کی سماجی، سیاسی، معاشی اور روحانی جھلکیاں بھی دکھاتا ہے۔

حضرت شیخ معزالدین کرجوی چشتی فریدی قدس سرہ کے صاحبزادے حضرت شیخ غلام محی الدین نے عربی زبان میں ان کے ملفوظات کو جمع کیا تھا لیکن وہ ضائع ہو گیا اگر وہ موجود ہوتا تو اس کا عربی زبان میں مرتب ہونا ملفوظات کی تاریخ میں بڑی اہمیت کا حامل ہوتا۔

حضرت مخدوم محمد منعم پاکباز قدس سرہ (م 1185ھ) اور حضرت پیر شاہ محمد مجیب اللہ قادری پھلواروی قدس سرہ (م 1191ھ) کے بھی کسی مجموعۂ ملفوظات کا تادم تحریر کوئی علم نہیں۔ حضرت خواجہ شاہ رکن الدین عشق عظیم آبادی (م 1203ھ) نے اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ برہان الدین خدانما ابوالعلائی کے ملفوظات برہان العشق کے نام سے مرتب فرمائے تھے جس کا تذکرہ ذکر پیران معزز میں رستم علی خاں اور یادگار عشق میں ثاقب عظیم آبادی نے کیا ہے لیکن اب تک وہ دستیاب نہیں ہو سکا ہے۔

حضرت خواجہ شاہ رکن الدین عشق عظیم آبادی کے ملفوظات میر غلام حسین شورش (م 1195ھ) نے جمع فرمائے تھے۔ اس کا ذکر خود شورش نے اپنے تذکرے کے مقدمے (نسخۂ جونپور) میں کیا ہے۔

حضرت شاہ نعمت اللہ قادری پھلواری (م 1247ھ) کے ملفوظات شیخ طالب علی بن

شیخ غلام حیدر نے جمع فرمائے یہ بھی ہنوز غیر مطبوعہ ہیں۔

سلسلہ منعمیہ ابوالعلائیہ کے معروف بزرگ حضرت خواجہ سید شاہ ابوالبرکات ابوالعلائی (م 1256ھ) کے ملفوظات اعلیٰ حضرت سید شاہ قمر الدین حسین منعمی ابوالعلائی داناپوری ثم عظیم آبادی (م 1255ھ) نے فائض البرکات کے نام سے جمع و مرتب فرمائے جس کا فارسی متن میرے ترجمے اور تقدیم کے ساتھ 2000ء میں سلسلہ، خانقاہ منعمیہ قمریہ، میتن گھاٹ سے شائع ہو چکا ہے۔

سلسلہ منعمیہ ابوالعلائیہ کے ایک اور جیّد بزرگ حضرت حکیم شاہ فرحت اللہ المخاطب بہ حسن دوست کریم چکیؒ کے ملفوظات بھی اعلیٰ حضرت سید شاہ قمر الدین حسین منعمی ابوالعلائی قدس سرہ نے رسالہ مرشدیہ کے نام سے جمع فرمائے ہیں جو ابھی تک غیر مطبوعہ ہیں لیکن اس کے قلمی نسخے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے شیخ المشائخ مخدوم شاہ حسن علی کے وصال کا چشم دید حال اور ارشادات بھی بشکل ملفوظ جمع فرمائے، جو مختصر ہے اور اب تک قلمی ہے۔

خود اسرار قمریہ کے جامع حضرت سید شاہ عطا حسین فانیؔ داناپوری ثم گیاوی نے اپنے پیر اور جد امجد حضرت سید شاہ غلام حسین منعمی داناپوری کے مفلوظات کلمات الواصلین کے نام سے جمع فرمائے۔ آزادی سے پہلے تک اس کا قلمی نسخہ موجود تھا لیکن اب نایاب ہے۔

اسرار قمریہ کے جامع حضرت فانیؔ نے اپنے مرشد اعلیٰ حضرت سید شاہ قمر الدین حسین کے ملفوظات کا ایک اور مجموعہ بھی مرتب فرمایا تھا جسے ارشاد قمریہ کا نام دیا تھا لیکن تادم تحریر اس کے بارے میں کوئی اطلاع دینا ممکن نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت سید شاہ قمر الدین حسین قدس سرہ کے خلیفۂ اعظم حضرت مولانا شاہ محمد قاسم داناپوری ابوالعلائی قدس سرہ نے بھی اپنے مرشد کامل کے ملفوظات 'انوار قمریہ' کے نام سے جمع فرمائے۔ انوار قمریہ کا کوئی نسخہ تادم تحریر دستیاب نہیں ہے۔

اسرار قمریہ میں جامع نے ہر مجلس جسے وہ اسرار کے نام سے موسوم کرتے ہیں اس میں سن یا تاریخ لکھنے کا اہتمام نہیں فرمایا ہے۔ حضرت مخدوم جہاں کے معروف ملفوظ معدن المعانی

اور مخ المعانی و مغز المعانی وغیرہ میں بھی سنین کے درج کرنے کا اہتمام نہیں ملتا ہے۔ لیکن یہ طے ہے کہ یہ ملفوظات صاحب ملفوظات اعلیٰ حضرت سید شاہ قمر الدین حسین منعمی ابوالعلائی قدس سرہ کے حین حیات میں یعنی 1255ء سے قبل ترتیب دیئے گئے ہیں۔

اسرار قمریہ کے ترجمے اور تقدیم کے لیے میرے سامنے جو نسخہ ہے وہ بہت اہم اور نادر ہے کیوں کہ یہ 1267ھ کا مکتوبہ اور خود بخط مصنف ہے اس نسخے کے ترقیمے کی عبارت یہ ہے:

کتاب اسرار قمریہ کہ دران چهل اسرار ارشاد بہ حضرت قطب العصر

جمع کردہ ام حسب فرمایش برادر طریقت و اخی قرابت با وصاف شهرۂ

آفاق سید شاہ محمد اسحلق صاحب زاداللہ عرفانہ چشتی الابوالعلائی

بهاری التکیوی از دست خام مؤلف این کتاب عطا حسین المبشر

عبدالرزاق قطبی الچشتی ابوالعلائی القمری بتاریخ بست پنجم شهر

صفر المظفر روز دوشنبہ ۱۲۶۷ هجری در قصبہ صاحب گنج تحریر شد۔

اسرار قمریہ کا ایک اور نسخہ خانقاہ منعمیہ ابوالعلائیہ رام ساگر گیا میں مصنف و مرتب کے خلیفہ حضرت شاہ رضی الدین حسین پٹھوی کا تحریر کردہ موجود ہے لیکن پورا نسخہ جابجا کرم خوردہ ہے۔ اور بعض مجالس نا قابل قرأت ہیں۔ ویسے بھی بخط مصنف نسخہ سامنے موجود ہو تو اس کی نقل کی اہمیت جاتی رہتی ہے۔ اسرار قمریہ کا بخط مصنف نسخہ قدرے کرم خوردہ تو ہے لیکن پورا متن محفوظ اور صاف ہے۔ تحریر خوش خط اور واضح ہے۔ "5x"8 کے نسخے میں کل 83 اوراق ہیں۔ اور ہر صفحہ میں 13 سطریں ہیں۔ ہر مجلس کو اسرار کا عنوان دیا گیا ہے اور کل چالیس مجالس ہیں۔ ہر اسرار کسی خاص موضوع کا احاطہ کرتا ہے لیکن نہ تو موضوع کو بطور سرخی لکھا گیا ہے اور نہ ہی کوئی فہرست مضامین تیار کی گئی ہے۔

اسرار قمریہ کے مطالعہ سے یہ صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ اس کی اکثر مجلسیں مرید و مسترشد کی تربیت اخلاص و کردار تزکیۂ نفس اور تصفیہ عادات واطوار اور ترقی راہ سلوک پر مرکوز ہیں۔ عام طور پر ملفوظات میں جامع حاضرین مجلس کا ذکر کرتے ہیں اور علمی چرچے ہوا کرتے

ہیں۔ سائل کسی علمی مسئلے کو پوچھتا ہے اور صاحب ملفوظ اس کو بیان فرماتے ہیں فلسفۂ شریعت و طریقت موضوع ہوتا ہے۔ غرضکہ اکثر ملفوظات تعلیم کے گرد گردش کرتے ہیں جبکہ اسرار قمریہ میں تعلیم کے ساتھ تربیت کا عنصر خاصہ عیاں اور غالب ہے۔ یہ ایک ایسے مسترشد نے جمع فرمائے ہیں جو ایک شیخ کامل کی صحبت میں حصول ارشاد میں مشغول ہے اس کے نوک پلک کو کامیاب شیخ و مربی کس چستی اور کس چابک دستی کے ساتھ درست و صحیح، مناسب و موافق فرما رہا ہے اور اس خاردار وادی تقویٰ میں کس طرح پھونک پھونک کر قدم رکھنا سکھا رہا ہے یہ اسی کی داستان ہے۔

اسرار قمریہ میں مرشد نہ صرف مرید کو فلسفہ و رموز تصوف و طریقت بتا رہا ہے اور علمی اشکال دور فرما رہا ہے بلکہ سالک کو کیا کھانا چاہیے اور کیا نہیں کھانا چاہیے، کیا پہننا چاہیے، کیا نہیں پہننا چاہیے، کس طرح چلنا چاہیے اور کس طرح نہیں چلنا چاہیے، کیا قبول کرنا چاہیے اور کیا نہیں قبول کرنا چاہیے سب بتا رہا ہے۔ غرضکہ اسرار قمریہ مکمل نصاب سلوک ہے۔ اس میں تربیت بھی ہے، تمیز بھی ہے، تحریص ہے تو تنبیہ بھی ہے، دعوت ہے، تو پرہیز بھی ہے۔ تفکر ہے تو تحمل بھی ہے۔ تقدیر ہے تو تدبیر بھی ہے۔ تعریف ہے تو مثال بھی ہے۔

اسرار قمریہ کا مطالعہ جہاں ایک طرف راہ سلوک کے سنگہائے میل کو واضح کرتا ہے وہیں دوسری طرف شیخ و مرشد کے صفات و خواص کو بھی روشن کرتا ہے۔ اسرار قمریہ سے بیعت و ارشاد کے ایک رسم یا عادت یا رواج یا custom کی طرح سمجھنے اور برتنے کی پوری طرح تردید ہو جاتی ہے۔ اس ملفوظ کے مطالعہ سے طالب کو جہاں راہ سلوک کی سنگینی و پرخاری ہراساں کرتی ہے وہیں شیخ کامل و مشفق کی محبت بھری پینی نگاہ کس طرح مسترشد کو اپنے آغوش تربیت میں لیے ہوئے منزل مقصود تک پہنچا دیتی ہے، اس کا یقین بھی ہو جاتا ہے۔

اسرار قمریہ میں اعلیٰ حضرت سید شاہ قمر الدین حسین قدس سرہ کے انداز تربیت اور طرز رشد و ہدایت کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ سیاہ پاپوش پہننے کا معاملہ ہو، روٹی اور خشکہ ایک وقت میں کھانے کی بات ہو، خوبصورت نگینے اور نام کی مہر والی انگوٹھی پہننے کی بات ہو یا راہ میں چلتے ہوئے کسی ضعیف سے آگے نکل جانے کا واقعہ، بظاہر نہایت معمولی چیزیں ہیں عموماً ان چیزوں کو

راہ سلوک کے مسافر ممکن ہے کوئی اہمیت نہ دیں لیکن ایک مرشد کامل کیسی حکمت کے ساتھ ان معمولی چیزوں پر غیر معمولی توجہ دے رہا ہے تاکہ وہ مرد کامل تیار ہو سکے جو تن آسانی اور من مانی کے گناہ کبیرہ سے پاک ومبرا ہو اور اپنے ہر قدم پر سنت شیخ ومتابعت رسول اکرم ﷺ کا خوگر ہو ـــــ جس کی زندگی میں نفس کے لیے کوئی راہ نہ ہو اور جو شب وروز کی زندگی میں بھی رسم و عادت، خواہش ومرضی، مزاج ومعمول کے بہانے حکم وپیروی شیخ کے دائرے سے باہر نکلنے کی تمام راہیں روز اول سے ہی مسدود کر چکا ہو ـــــ اس کی زندگی کا ہر باب اتباع شیخ کی شاہراہ پر کھلتا ہو اور جس کی سانسیں غفلت سے پاک اور پاس انفاس سے مزین ہوں ـــــ اور جس کی ہر صبح اتباع شیخ کے آفتاب سے روشن ہو اور جس کی ہر شب معیت شیخ سے واصل ہو۔

اسرار قمریہ میں سلوک کے تربیتی پہلو کے علاوہ جو مباحث مندرج ہیں وہ بھی بے حد اہم اور بعض اعتبار سے غیر معمولی ہیں۔ مثال کے طور پر چار پیر کی اصطلاح کی صحیح تاویل وتعبیر اس مجموعہ ملفوظات کا اختصاص ہے۔ وحدت الوجود، وحدت الشہود اور وجود مع الشہود کی جیسی عام فہم اور جامع تشریح ان صفحات میں ہوئی ہے وہ بھی میری نگاہوں سے کہیں نہیں گزری۔ اسی طرح درویشوں کے اقسام پر ایک نادر ملفوظ اس سلسلے میں مستند صوفیائے کرام کے نقطۂ نظر کی بھرپور وضاحت کرتا ہے۔ انہی بنیادوں پر مجھے یقین کامل ہے کہ اہل علم حلقے میں اس کی خاطر خواہ پذیرائی ہوگی۔

اس کتاب کے ترجمے، تقدیم اور تحشیہ کے مراحل میں اخی المعظم جناب احمد بدرؔ کا مشورہ اور تعاون جس طرح ہر قدم پر حاصل رہا اس کے لیے یہی کہہ سکتا ہوں کہ جزاك الله تعالیٰ خیر الجزا۔ میں خانقاہ منعمیہ، رام ساگر، گیا اور خانقاہ بلخیہ، رائے پورہ، فتوحہ کے محترم سجادہ نشینان وذمہ داران کا بھی ممنون ہوں کہ ان کے پرخلوص تعاون سے قلمی نسخوں اور حوالوں تک باسانی رسائی ہو پائی۔ خدا بخش خاں کے لیے بھی اللہ سے دست بدعا رہتا ہوں جن کے کتب خانے سے استفادہ کرتا رہتا ہوں۔ برادران عزیز سید شہاب احمد وسید شکیل عظیمی سلمهم الله تعالیٰ اور خانقاہ منعمیہ کے مریدین، متوسلین اور معتقدین نے بھی اس سلسلے میں حتی الوسع اپنا تعاون دیا۔ عزیزم انجینیر عتیق الرحمٰن سلمہ کی شب وروز محنت اور میری پرخلوص معاونت نے بھی میرے کام کو

آسان بنایا۔ اللہ انہیں اور ان کی کوششوں کو قبول فرمائے آمین۔ ثم آمین۔

میں خصوصی طور پر دائرہ، بہار شریف کے جناب سید امتیاز احمد کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے اسرار قمریہ کا وہ نسخہ خانقا منعمیہ کے کتب خانے کو عطا فرمایا جو حضرت الحاج شاہ عطا حسین فانی قدس سرہٗ نے اپنے دست خاص سے لکھ کرانکے جد اعلیٰ حضرت سید شاہ محمد اسحٰق چشتی ابوالعلائی کو دیا تھا۔ اللہ انہیں بھی اس کتاب کی روحانی برکتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔

خانقاہ منعمیہ قمریہ
8 رجب المرجب 1434ھ

خاکسار
شمیم الدین احمد منعمی

صاحب ملفوظ

اعلیٰ حضرت سید شاہ قمرالدین حسین منعمی عظیم آبادی قدس سرہٗ

(1203ھ---- 1255ھ)

پیدائش: آپ کی ولادت باسعادت اپنے نانا حضرت سید شاہ عبدالمنان قادری دہلوی ثم عظیم آبادی قدس سرہ کے عرس مبارک کے روز انہیں کی خانقاہ واقع سرائے شاہ منان (شاہ منان کی گڑھی) مغلپورہ، پٹنہ سیٹی میں 18 ذیقعدہ 1203ھ کو پیر کے روز ہوئی۔ 'ظہور محمد' آپ کے سال ولادت کا مادّہ تاریخ ہے۔ سید جعفر علی بیتاب (بیتاب حضرت سید شاہ غلام حسین ابوالفیاض قمری سملوی قدس سرہ کے بڑے صاحبزادے حافظ محمد حسین فیاضی القمری کے مریدوں میں سے تھے۔ کیفیت العارفین، ص:268) کا فرمودہ قطعہ تاریخ ولادت اس طرح ہے ؎

بروز یکہ از افق چرخ عدم	شدہ طالع آں آفتاب ھدیٰ
فلك گفتہ عالی مقامے رسید	کہ از هیبتش پایہ شدہ جاہ را
بر آشفت جبرئیل و از وے بگفت	کہ بے بهرہ از فهم و عقل و ذکا
ندانی و گوئیش عالی مکان	مگر نیست علمے ز قدرش ترا
بدانی اگر پایۂ شان او	چہ قدرے نهی پیش او قدر را
شہ شمس عرفان و هم قمر دین	مہ برج تسلیم و مهر رضا
وگر نیست باور ترا ایں سخن	کہ بود است آں مرشد اتقیا

گرفتم مگر سال مولود او

ظہور محمد برآمد چرا

1203ھ

والد ماجد

آپ کے والد ماجد حضرت سید شاہ شمس الدین حسین منعمی داناپوری، مشہور اہل خدمت بزرگ حضرت مخدوم سید شاہ یٰسین داناپوری قدس سرہ کے حقیقی پوتے اور حضرت سید شاہ ولی اللہ

داناپوری کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔آپ کی ولادت اپنے بڑے بھائی حضرت سید شاہ غلام حسین منعمی داناپوری قدس سرہ کے 5 برس بعد 15 ربیع الثانی 1173ھ میں اپنے آبائی مکان شاہ ٹولی داناپور میں ہوئی۔(اور یہ بھی واقعہ ہے کہ آپ اپنے بڑے بھائی سے پانچ سال پہلے 1249ھ میں اس جہان سے رخصت ہوئے۔) 9 برس کی عمر میں یتیم ہوگئے۔کچھ دنوں اپنے بڑے بھائی حضرت سید شاہ غلام حسین داناپوری سے ابتدائی سبق لیتے رہے پھر انہیں کے ہمراہ حصول درس کے لیے اساتذہ کی خدمت میں زانوئے ادب تہہ کرتے رہے۔طبیعت میں جوانمردی وفتوت غالب تھی اور رجحان دانشورانہ تھا چنانچہ سفر و سیاحت اختیار فرمایا۔لکھنؤ کے نوابوں میں نواب شجاع الدولہ وآصف الدولہ کی جوہر شناس نگاہوں نے آپ کی قدر و منزلت فرمائی تو جب کچھ دل چاہا ان کو مشوروں اور مصاحبت سے نوازتے رہے پھر ناگپور کی طرف طبیعت مائل ہوئی تو وہاں راجہ آپ کے مشوروں کی دولت سے مستفیض ہوتا رہا۔زندگی کے یہ ایام کسی کی ملازمت میں نہیں بلکہ سیروافی الارض میں بسر ہوئے۔

پھر جب آپ کی عمر شریف 28 سال کی ہوئی تو حضرت مولانا سید شاہ حسن رضا رائے پوری منعمی قدس سرہ کے دست حق پرست پر کمال اعتقاد کے ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ منعمیہ میں بیعت ہوئے۔پیرومرشد نے کمال شفقت ومہربانی کے ساتھ آپ پر توجہ فرمائی اور تربیت روحانی کا سلسلہ باضابطہ شروع ہوا اور تھوڑے عرصے میں ہی آپ صاحب کیفیت ونسبت ہوگئے چنانچہ پیرومرشد کے جناب سے سند اجازت وخلافت بھی عطا ہوگئی۔حضرت غوث پاک کی اولاد میں ہیں۔دہلی سے پٹنہ کے مغلپورہ میں آکر قیام پذیر ہونے والے مشہور بزرگ حضرت سید شاہ عبدالمنان قادری دہلوی ثم عظیم آبادی قدس سرہ کے صاحبزادے اور جانشیں حضرت سید شاہ عبدالقادری بھی ان دنوں حضرت مولانا حسن رضا قدس سرہ کی خدمت میں راہ سلوک طے فرما رہے تھے۔وہیں رفاقت ومودّت قائم ہوئی اور دن بدن قربت بڑھتی گئی یہاں تک کہ ان کی چھوٹی بہن (بی بی لطف النساء) سے آپ کا رشتہ انسب اور بہتر نظر آیا چنانچہ حضرت سید شاہ عبدالمنان قادری کی چھوٹی صاحبزادی سے آپ کی شادی ہوگئی۔پھر جب 23 سال کی مختصر عمر میں حضرت

سید شاہ عبدالقادر قدس سرہ کا وصال ہو گیا تو حضرت سید شاہ عبدالمنان قادری قدس سرہ کی پیش گوئی و وصیت کے مطابق جملہ حقوق خانقاہ بی بی لطف النساء کی اولاد کی طرف منتقل ہوئے تھے چنانچہ ان کی خانقاہ کی جملہ ذمہ داریاں اور حقوق تا ولادت و بلوغ اولاد نرینہ تفویضاً آپ کے سپرد ہوئے اور مشائخ شہر اور عزیزان و خدام خانقاہ حضرت شاہ عبدالمنان قادری نے آپ کو مسند سجادگی پر بٹھایا اور آپ مغلپورہ پٹنہ سیٹی میں قیام پذیر ہو کر رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دینے لگے اور اعراس و زیارت تبرکات وغیرہ کا نظم کرنے لگے۔ حضرت سید شاہ عبدالقادر یعنی آپ کے برادر نسبتی نے اپنے آبائی سلسلہ قادریہ منانیہ کی اجازت و خلافت بھی آپ کو عطا فرمادی تھی اور آپ اس سلسلے میں بھی بیعت و ارادت وقبول فرماتے تھے۔ بانی خانقاہ حضرت سید شاہ عبدالمنان قادری قدس سرہ کے عرس کے روز 18 ذیقعدہ 1203ھ کو بی بی سیدہ لطف النساء کے بطن سے آپ کو ایک صاحبزادے حسب پیش گوئی عطا ہوئے اور ان کا نام سید شاہ قمرالدین حسین رکھا گیا۔

آپ کی طبیعت چوں کہ سیر و سیاحت کی طرف مائل رہتی تھی اس لیے ایک بار دہلی کا عزم فرمایا اور شاہ عالم کے بیٹے شاہ اکبر کے دور حکومت میں دہلی پہنچے۔ بادشاہ کے خیر خواہوں نے جب اسے آپ کی تشریف آوری کی خبر سنائی تو وہ ملاقات کا مشتاق ہوا چنانچہ تسبیح خانہ بادشاہی میں اسے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے اسے ایک تسبیح عنایت فرمائی اور بادشاہ نے بھی دلق و شال مشائخانہ کی خلعت پیش فرمائی۔ کچھ دنوں دہلی میں قیام پذیر رہ کر اپنے خسر حضرت سید شاہ عبدالمنان قادری کے دہلی کے مکان و متروکات کو اپنے تصرف و اختیار میں لیا۔

اس سفر میں بھی طالبان صادق آپ کی صحبت سے مستفیض اور نعمات باطنی سے فیضیاب ہو کر بیعت ہوتے رہے۔ واپسی میں بنارس میں رکے تو شاہ عالم بادشاہ کے پوتے مرزا خرم نے عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے آپ کو اپنا مہمان کیا اور اس کے اصرار و التماس پر مغلپورہ پٹنہ سیٹی کی خانقاہ سے حضرت غوث پاک کے تبرکات شریف خرقہ و نعلین وغیرہ کو بحفاظت تمام بنارس منگوایا اور جب یہ تبرکات شریفہ بنارس پہنچے تو ایک نہایت نورانی مجلس کا انعقاد ہوا اور بہت

لوگوں نے ان کی زیارت سے اپنی نگاہ عقیدت کو سیراب کیا۔ مرزا مرحوم نے بڑی عقیدت سے خلعت فاخرہ وخرقہ وعمامہ آپ کے زیب تن فرمایا اور ہزار روپیہ نقد نذر پیش کی۔

حضرت سید شاہ شمس الدین حسین قدس سرہ کے اندر فیاضی وسخاوت اس قدر تھی کہ شام تک ہزار روپے مساکین وفقراء میں تقسیم فرما کر فارغ ہو گئے۔ جب یہ خبر مرزا خرم کو ہوئی وہ آپ کی سخاوت وتوکل پر بے حد متحیر ہوا اور غایت عقیدتمندی کا اظہار کرنے لگا۔

چند دنوں کے قیام کے بعد جب آپ نے بنارس سے پٹنہ کا عزم فرمایا تو آپ کے پاس بطور زادراہ کچھ بھی نہیں تھا۔ انہیں دنوں آپ کے صاحبزادے اعلیٰ حضرت سید شاہ قمر الدین حسین پٹنہ سے بنارس پہنچے اور آپ کو اپنے ساتھ لے کر پٹنہ تشریف لائے۔

جب آپ کی عمر 50 سال ہوئی تو پائے مبارک میں ایک ایسا عارضہ لاحق ہو گیا کہ حس وحرکت مشکل ہوئی تو آپ ہمیشہ سواری پر سفر فرمانے لگے۔

آپ کی جوادی کا یہ عالم تھا کہ اگر سائل کو دینے کے لیے کچھ بھی نہ ہوتا تو اپنے جسم پر سے لباس اتار کر عطا فرما دیتے۔ کھانے پینے کی ضروری اشیاء اٹھا کر فوراً دے دیتے لیکن کبھی بھی کسی کو محروم واپس نہ کرتے۔ آپ میں اخفائے حال غضب کا تھا کہ کبھی اپنے کمالات کو ظاہر نہیں ہوتے دیتے۔ حالانکہ آپ کی نسبت اس قدر تیز تھی کہ نہ صرف صحبت میں بیٹھنے والے فیض سے معمور ہوتے بلکہ راہ کے راہی بھی اس سے مستفید ہوئے بغیر نہیں رہ پاتے۔

آپ فرائض وسنن کے علاوہ نوافل واوراد وظائف وغیرہ کے اس قدر پابند تھے کہ سفر ہو یا حضر کبھی ناغہ نہ فرماتے۔

1240ھ آپ کی اہلیہ مخدومہ سیدہ لطف النساء کا انتقال ہو گیا اور اس کے بعد مغلپورہ کی خانقاہ بھی مخدوش ہو گئی چنانچہ آپ تنہائی سے پریشان ہو کر مغلپورہ پٹنہ سیٹی سے اپنے آبائی مکان شاہ ٹولی داناپور منتقل ہو گئے۔ وہاں دوران قیام آپ نے قدیم مسجد کی تعمیر جدید فرمائی اور اپنے قیام کے لیے گھر کو درست فرمایا، نیز غوث پاک کے تبرکات شریفہ کے رکھنے کے لیے گھر کے بالا خانہ پر حجرہ تعمیر فرمایا اور وہیں رہنے لگے اور داناپور میں ہی حضرت غوث پاک کے عرس

مبارک اور تبرکات کی زیارت کا اہتمام اسی طرح کرتے رہے جس طرح انہیں اپنے برادر نسبتی حضرت شاہ عبدالقادر کے ذریعہ تفویض ہوا تھا۔

آپ کو سلسلہ قلندریہ کی اجازت حضرت شاہ امید علی قلندری سے بھی حاصل تھی جن کا سلسلہ حضرت شاہ قطب الدین بیناء دل سے اس طرح جاملتا ہے:

حضرت شاہ امید علی عن حضرت شاہ عبدالقادر عن شاہ باسط علی قلندر عن شاہ الہدیہ احمد قلندر عن شاہ فتح قلندر عن شاہ مجتبیٰ عرف شاہ مجا قلندر عن شاہ عبدالقدوس عن حضرت شاہ عبدالسلام عن حضرت شاہ محمد قطب عن حضرت قطب الدین بیناء دل جونپوری۔

جب آپ کی عمر شریف 70 سال ہوئی تو استغراقی کیفیت زیادہ رہنے لگی بعض دفعہ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ نہ کسی کو پہچانتے اور نہ کسی سے گفتگو فرماتے لیکن اس حال میں بھی فرائض وسنن اور نوافل کی پابندی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

76 سال کی عمر میں 18 محرم الحرام 1249ھ سے آپ کی حالت کافی نازک ہوگئی۔ دونوں پیروں میں شدید درد پیدا ہوا اور روز بروز بڑھتا ہی گیا اسی درمیان اسہال بھی جاری ہوگیا۔ فرمانے لگے کہ ہمارے خاندان میں اسہال کا مرض آخری بیماری ہوتی ہے اور اس طرح جسم سے تمام فاسد مادہ نکل جاتا ہے۔ اس دوران کثرت سے آپ کی زبان پر اللّٰھم اغفرلی کی رٹ تھی۔ اس وقت کی پوری کیفیت چشم دید حضرت سید شاہ عطا حسین فانیؔ نے، جو آپ کے حقیقی ومحبوب نواسے تھے کیفیت العارفین میں تفصیل سے بیان فرمائی ہے۔

آپ کی نازک حالت کی خبر جب پٹنہ پہنچی تو آپ کے لائق بڑے صاحبزادے حضرت سید شاہ قمر الدین حسین قدس سرہ اپنے صاحبزادے حضرت سید شاہ مبارک حسین قدس سرہ کے ساتھ داناپور خدمت میں حاضر ہوگئے۔

حالت میں کوئی بہتری پیدا نہ ہوئی یہاں تک کہ صفر المظفر کا چاند ہوگیا جس کے بعد حالت نازک تر ہوگئی۔ چنانچہ چاند رات کو ہی اعلیٰ حضرت سید شاہ قمر الدین حسین نے اپنے

صاحبزادے حضرت شاہ مبارک حسین کو تمام عزیزوں کے سامنے آپ کی خدمت میں شرف بیعت کے لیے پیش کیا اور آپ نے ان کی بیعت قبول فرمائی اور لطف ومہربانی وتوجہ باطنی کے ساتھ جملہ سلاسل کی اجازت وخلافت سے بھی مشرف فرما کر کلاہ تبرک ان کے سر پر پہنا دی اور اپنے برادر نسبتی سے تفویض ہونے والی تمام امانتیں اشیاء واختیارات وحقوق وتبرکات سب آپ کے حوالے فرمادیے۔ اس ذمہ داری سے فارغ ہوکر آپ ذکر ربانی کے علاوہ بالکل خاموش ہوگئے صبح تک کئی لوگ شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ صفرالمظفر کی دوسری تاریخ تک مرض اور شدید ہوگیا عصر کے وقت تکلیف زیادہ دیکھ کر اعلیٰ حضرت سید شاہ قمرالدین حسین آپ کے قریب بائیں جانب بیٹھ گئے آپ کی تشویشناک حالت سن کر بڑے بھائی حضرت سید شاہ غلام حسین داناپوری بھی پریشان ہوکر تشریف لے آئے۔ اس وقت حالت نزع طاری ہو چکی تھی پہلے سے پیروں کی معذوری تھی اب تو گویا جان ہی نکل گئی تھی لیکن اس حال میں بھی بڑے بھائی کو دیکھ کر ہمیشہ ادب سے کھڑے ہوجانے کے معمول پر عمل کرتے ہوئے حیرت انگیز طور پر نیم قد کھڑے ہوگئے۔ یہ حال دیکھ کہ حضرت سید شاہ غلام حسین داناپوری قدس سرہ فی امان اللہ کہتے ہوئے مکان سے باہر تشریف لے آئے۔ پھر آپ اپنے لائق و فائق صاحبزادے اعلیٰ حضرت سید شاہ قمرالدین حسین قدس سرہ کی جانب بہ نیت نعمات باطنیہ متوجہ ہوئے اور انہیں پر نظریں جمائے آپ کی روح اعلیٰ علیین کو پرواز کرگئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چاروں طرف سے دردوغم کا نالہ بلند ہوا۔ آپ کی آنکھیں واتھیں لوگوں نے چاہا کہ پلکیں جھکادیں۔ اعلیٰ حضرت نے منع فرمایا اور خود متوجہ ہوکر عرض کیا کہ آنکھیں بند فرمالی جائیں۔ چنانچہ یہ کھلی ہوئی کرامت تھی کہ آپ کے حواس بحال پائے گئے بار بار کلمہ طیب پڑھا آنکھیں بند کیں اور انا للہ و انا الیہ راجعون کہتے ہوئے واصل بحق ہوئے۔ عشا کی نماز کے بعد تکفین کا مرحلہ تمام ہوا۔

اور اپنی تعمیر کردہ مسجد کے صحن سے متصل دفن ہوئے۔ مولوی ذاکر علی صاحب نے اس موقع پر جو قطعہ کہا اس سے سن وصال برآمد ہوتا ہے۔

قطب عصرم چوں ازیں عالم گذشت

عالمے معمور شد از شورشین

ہاتفِ شوریدہ دل ارشاد کرد

شد بواہب شاہ شمس الدین حسین

آپ نے اپنے بعد دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں چھوڑیں۔ بڑے صاحبزادے اعلیٰ حضرت سید شاہ قمر الدین حسین صاحب ملفوظ اسرار قمریہ اور چھوٹے صاحبزادے حضرت سید شاہ جمال الدین حسین قدس سرہ تھے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی اسباق اپنے چچا حضرت سید شاہ غلام حسین داناپوری اور پھر اپنے والد ماجد سے پڑھے، بعدہ کچھ کتابیں اپنے چچازاد بھائی حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ علی صفی پوری سے بھی پڑھیں۔ آپ نہایت ذہین اور محنتی ہونے کی وجہ کر حصول علم میں غیر معمولی استعداد کے حامل تھے۔ یہی وجہ تھی کہ 14 سال کی عمر میں استاد البلد حضرت ملا شعیب الحق مسافر عظیم آبادی، جن کے حلقہ درس میں منتہی الدرس طلباء شرکت کے لیے مشتاق رہتے تھے، داخل ہوگئے اور مسلسل شب وروز آٹھ برسوں تک ان کی خدمت میں مختلف علوم متداولہ منقولہ ومعقولہ میں کامل ہوگئے۔ آپ کے غیر معمولی انہماک اور عدیم المثال استعداد کو ملاحظہ فرما کر ایک روز ملا مسافر اپنے تلامذہ کے درمیان فرمانے لگے:

> ”میں جانتا ہوں کہ اگر میں انتقال کر جاؤں تو میرے بعد سارے شاگرد سبق کے لیے دوسرے اساتذہ کی خدمت میں رجوع کریں گے لیکن عزیزی سید قمر الدین حسین اس قوت باطن کے مالک ہیں کہ کسی دوسرے کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کے بجائے اپنے علم باطن کے زور سے انتہا تک پہنچ جائیں گے“۔

ملا شعیب الحق مسافر

ملا شعیب الحق عرف ملا مسافر بہاری اوائل تیرہویں صدی ہجری کے جید علماء میں

سے ایک ہیں۔ آپ کے تبحر علمی کی وجہ کر آپ کو استاد البلد کہا جاتا تھا۔ اپنے زمانے کے علماء سے تحصیل کے بعد منطق وحکمت میں مزید کی تلاش آپ کو مولانا قائم الہ بادی کے حضور لے گئی اور ان سے خوب خوب استفادہ فرمایا (نزہۃ الخواطر، جلد:7، ص:211؛ بعض کے نزدیک آپ ملا قائم رام پوری کے شاگرد تھے جو ملا مبین فرنگی محلی کے اجل تلامذہ میں سے تھے) پھر دہلی میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے حضور زانوئے تلمذ تہ فرمایا (صاحب الدر المنثور فی تراجم اہل صادقفور نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلی سے استفادے کا ذکر کیا ہے) بعدہ پٹنہ لوٹ آئے اور ایک زمانے تک درس وتدریس میں مصروف رہے۔ بیعت وارشاد کے لیے آپ کی نگاہ حضرت مخدوم شاہ محمد منعم پاکباز پر ٹھہر گئی اور انہیں سے شرف بیعت وصحبت حاصل فرمایا۔

حضرت ملا شعیب مسافر کے بارے میں بعض لوگوں کو مختلف بدگمانیاں تھیں۔ بعض ان کو بزعم خود خارجی کہتے اور بعض ان کو وحدت الوجود کا منکر اور شہودی کہتے۔ ملا مسافر کے مزاج میں عزلت نشینی وکم سخنی کا غلبہ تھا۔ پڑھنے پڑھانے کی طرف بڑی رغبت تھی۔ اپنا عقیدہ بطور متکلمین ظاہر فرماتے حالانکہ دراصل وہ وحدت وجود کا پاکیزہ فہم رکھنے والے صحیح العقیدہ متوازن و متشرع صاف طبیعت اور پاکیزہ مزاج بزرگ تھے۔

نزہۃ الخواطر اور تذکرہ صادقہ کے مطابق ان کا وصال 1239ھ میں ہوا لیکن کیفیت العارفین سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا انتقال 1225ھ کے قریب ہوا واللہ اعلم۔

اعلیٰ حضرت لگاتار شب وروز آٹھ برسوں تک ان کی خدمت میں حاضر باش رہنے کی وجہ کر اپنے اندر بہت دنوں تک انہیں کا انداز اور انہیں کا آہنگ پاتے تھے پھر دھیرے دھیرے اپنے مشائخ کی صحبتوں کا اثر غالب آ گیا۔

راہ سلوک: حضرت مسافر کی خدمت سے فارغ ہو کر آپ کو اہل اللہ کی خدمت اور صحبت کا شوق پیدا ہوا چنانچہ سب سے پہلے حضرت مخدوم شاہ حسن علی منعمی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک تقریباً ایک مہینے تک ان کے حلقے میں زانوئے ادب تہ کیا۔ پھر اپنے چچازاد بھائی اور استاد حضرت مخدوم شاہ یحییٰ علی کی صحبت میں حاضر ہوئے اور چار روز تک توجہ پاتے رہے نتیجتاً

تاثیر بھی پیدا ہوئی اور دل قرار پکڑنے لگا۔ پھر انہیں کے اشارے پر حضرت خواجہ شاہ رکن الدین عشق عظیم آبادی کے خلیفہ اعظم حضرت خواجہ سید شاہ ابوالبرکات ابوالعلائی قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور یہ حاضری تین ماہ تک چلتی رہی لیکن منزل فکر ابھی بھی دور ہی معلوم ہوتی تھی اسی درمیان حضرت خواجہ ابوالبرکات کہیں باہر تشریف لے گئے اور حضرت حکیم شاہ فرحت اللہ المخاطب بہ حسن دوست کریم چکی قدس سرہ پٹنہ میں اعلیٰ حضرت کے والد ماجد سے ربط محبت و مودّت کے تحت ملاقات کے لیے تشریف لائے تو اعلیٰ حضرت کو دیکھ کر فرمایا:

"آپ کے نور نظر میں استعداد باطنی بہت خوب ہے اگر اسے میرے سپرد فرمادیں تو بہت جلد کمالات باطنی تک پہنچادوں"۔

والد ماجد نے حضرت بڑے حکیم صاحب کا یہ ارشاد جب اعلیٰ حضرت کو سنایا تو اعلیٰ حضرت فوراً حضرت مخدوم جہاں کے مثل اپنے علامہ ابوتوامہ یعنی حضرت بڑے حکیم صاحب کے ساتھ چھپرہ جانے کے لیے نہ صرف تیار ہوگئے بلکہ روانہ ہوگئے۔ کریم چک چھپرہ میں شب و روز کی خدمت اور مرشد کامل کی توجہ خاص نے آپ کو جوہر گراں مایہ بنادیا۔ نسبت استغراق و بے خودی نہ صرف قائم ہوگئی بلکہ ملک ہوگئی اور فکر کی دولت سے دامن مراد بھر گیا۔ اس کامیاب صحبت کو مشکل سے سوا سال گذرے ہوں گے کہ حضرت حکیم شاہ فرحت اللہ کریم چکی قدس سرہ واصل بحق ہوگئے۔ جذب کی دولت تو حاصل ہوگئی تھی شورش کا ظہور خاطر خواہ نہیں ہوا تھا سو وہ بھی حضرت مرشد کے چہلم کے موقع پر عین مجلس سماع میں بحالت وجد ظاہر و متجلی ہوگیا اور حضرت مرشد کے صاحبزادے حضرت حکیم شاہ مظہر حسین قدس سرہ نے اپنے والد کی وصیت کے مطابق اعلیٰ حضرت کو مثال خلافت بھی سپرد فرمادی، لیکن رب زدنی علما کی رٹ لگانے والا وعلمناہ من لدنا علما کے بعد بھی کہاں قرار پانے والا ہے۔ ھل من مزید کی تلاش میں پھر ایک بار حضرت خواجہ ابوالبرکات ابوالعلائی کی بارگاہ میں کمال عاجزی و شباب اعتقاد کے ساتھ حاضر ہوگئے اور چند سال ان کی صحبت میں استغراق و بے خودی کی مملکت سے صحو و آگاہی کی سلطنت کے حصول میں صرف کر کے کامیاب و بامراد ہوگئے بلکہ ذو بحرین ہوگئے۔

ان بزرگوں کے علاوہ مرزا جان سہروردی سے بھی استفادہ فرما کر ذکر قمری میں کمال حاصل فرمایا اسی طرح سدا سہاگی طرز کے ایک کامل فقیر سے نسبت سدا سہاگیہ کی کیفیت بھی حاصل فرمائی۔

اعلیٰ حضرت کو اپنے والد ماجد حضرت سید شاہ شمس الدین حسین داناپوری قدس سرہ اور چچا محترم حضرت سید شاہ غلام حسین داناپوری قدس سرہ سے بھی ان کے سلاسل کی اجازت و خلافت عطا ہوئی تھی۔ اعلیٰ حضرت کو چچازاد بھائی اور استاد حضرت مخدوم شاہ یحییٰ علی صفی پوری نے بھی اپنے جملہ سلاسل کی اجازت عطا فرمادی تھی۔

اعلیٰ حضرت کو چار بزرگوں سے فیض روحی بلاواسطہ حاصل تھا اور ان کی ارواح پاک سے غایت درجہ تعلق ومودّت آپ کی صحبت میں صاف ظاہر ہوتا تھا۔

1. حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؔ 2. حضرت شیخ سعدی

3. حضرت امیر خسرو 4 . حضرت مخدوم سید شہاب الدین پیر جگجوت

ازدواج واولاد: جب آپ کی عمر شریف 28 سال ہوگئی تو والد ماجد کے اصرار پر حضرت شاہ ولی احمد صاحب بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے آپ کا رشتۂ مناکحت طے پایا اور انہیں کی چھوٹی صاحبزادی سے آپ کے عمزاد حضرت حکیم شاہ مراد داناپوری کی منسوب قرار پائی اور یہ دونوں تقریب ایک ہی ساتھ انجام پائی۔

حضرت شاہ ولی احمد بلخی کا سلسلہ نسب: حضرت سید شاہ ولی احمد بلخی (خسر اعلیٰ حضرت وجد مادری حضرت سید شاہ مبارک حسین داناپوری) ابن سید شاہ فیض علی بلخی ابن سید محمد طاہر بلخی ابن سید شاہ محمد اشرف بلخی ابن سید شاہ عبدالمجید بلخی ابن سید شاہ صدرالدین بلخی ابن سید شاہ حسام الدین بلخی ابن سید شاہ سیف الدین بلخی ابن سید شاہ سلطان محمد درویش بلخی ابن حضرت مخدوم سید احمد لنگر دریا بلخی ابن مخدوم سید حسن دائم جشن بلخی ابن حضرت مخدوم سید حسین بن معز نوشۂ توحید بلخی (کنزالانساب)۔

ان مخدومہ (ریاض النساء) کے بطن سے آپ کے صاحبزادے حضرت سید شاہ

فخر الدین حسین المعروف بہ شاہ مبارک حسین تولد ہوئے۔ جب وہ سال بھر کے ہوئے تو ان کی والدہ راہی جنت ہوئیں۔ اس کے بعد حضرت نے چالیس برس کی عمر تک تجرید وتفرید میں بسر فرمایا پھر چند لوگوں کے اصرار پر خواجہ محمد یوسف احراری کی صاحبزادی بادشاہ بیگم سے عقد فرمایا ان مخدومہ سے بھی ایک صاحبزادہ سید شاہ سلامت حسین تولد ہوئے جب ان کی عمر ایک سال کی ہوئی تو انتقال فرما گئے اور ایک سال بعد ان کی والدہ بھی وفات پا گئیں۔

فیضان: 1237ھ میں اعلیٰ حضرت کی عمر مبارک 34 سال ہوئی تو راجہ دولت راؤ سندھیا نے بڑی محبت و سماجت کے ساتھ حضرت خواجہ ابوالبرکات قدس سرہ کو گوالیار تشریف لانے کی درخواست پیش کی اور دن بہ دن اصرار بڑھتا گیا۔ اس پر مزید یہ ہوا کہ آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ ابوالحسن گوالیار تشریف لے جا چکے تھے انہوں نے بھی درخواست کی کہ تشریف لایا جائے، چنانچہ حضرت خواجہ سیدنا ابوالبرکات ابوالعلائی قدس سرہ گوالیار روانگی کے لیے آمادہ ہوئے تو یہ وہ دور تھا جب کہ حضرت خواجہ کی صحبت میں اپنے وقت کے جید طالبان راہ سلوک جمع ہو گئے تھے اور شب و روز محنت شاقہ میں مصروف تھے، انہیں کس کے حوالے کیا جائے یہ بڑا اہم اور نازک معاملہ تھا۔ وہ کون ہے جو حضرت خواجہ کے غائبانہ میں حضرت خواجہ کی جانشینی کا اہم فریضہ انجام دے سکے۔ اگر صرف انتظام وانصرام خانقاہ وعراس کا معاملہ ہوتا تو یہ شاید اس قدر مشکل نہ ہوتا لیکن معاملہ طالبان صادق کی رہنمائی اور سالکان طریقت کی رہبری کا تھا اور اپنی جگہ پر شہر کے اہل خدمت کا تھا۔

حضرت خواجہ نے بعض مسترشدین سے اس سلسلے میں اشارے اور کنایے میں دریافت کیا تو کسی ایک کی طرف اشارے کے بجائے مختلف نام آنے لگے پھر حضرت خواجہ خاموش ہو گئے پھر ایک روز زیر تربیت مسترشدین میں سے حضرت سید شاہ غلام حسین ابوالفیاض، حضرت خواجہ شاہ وجہ اللہ اور حضرت خواجہ لطف علی صاحبان سے دریافت فرمایا کہ اپنے پیر بھائیوں میں کسی کے حلقے میں بیٹھنے کا موقع ملا ہو تو یہ بتاؤ کس کے حلقے میں خاطر خواہ دل لگا اور فوائد وفیوض باطنی ظاہر ہوئے؟ سب نے بیک زبان عرض کیا کہ ہمیں حضرت میر قمر الدین

حسین صاحب کی صحبت میں بہت فائدہ ظاہر ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ سید شاہ ابوالبرکات نے اعلیٰ حضرت سید شاہ قمر الدین قدس سرہ کو اجازت وخلافت سے مشرف فرمایا۔ بارگاہ عشق تکیہ شریف میتن گھاٹ میں اپنا جانشیں کر دیا اور شہر کے ساتھ تمام مریدین ومسترشدین وطالبین آپ کے حوالے فرما دیے۔ بعض مسترشدین کو (بشرط تکمیل) خلافت سے بھی نواز دیا اور گوالیار روانہ ہو گئے۔

حضرت خواجہ ابوالبرکات قدس سرہ کی عظیم آباد سے گوالیار منتقلی کے بعد اعلیٰ حضرت نے آپ کی مسند رشد وہدایت کو باضابطہ رونق بخشی اور تعلیم وتربیت کے ساتھ اعراس وخانقاہ کی بھی تمام ذمہ داریاں احسن طریقے سے انجام دینے لگے۔ اعلیٰ حضرت کے مستقل قیام عظیم آباد اور رشد وہدایت کی لگاتار مصروفیت نے خاطر خواہ رنگ دکھایا اور عظیم آباد پھر ایک بار مرکز شریعت وطریقت بن کر چمک اٹھا، اصاغر واکابر بھی آپ کی صحبت کیمیا اثر کے متمنی ہوئے، آپ کی توجہ باطن کی غیر معمولی تاثیر پر اجماع ہو گیا۔ نہ صرف حضرت خواجہ ابوالبرکات قدس سرہ کے مریدین بلکہ مختلف بزرگوں کے مریدین ومسترشدین اپنے اپنے شیخ کی اجازت سے یا شیخ کی محرومی سے آپ کے گرداگرد کمال اعتقاد کے ساتھ سمٹ آئے اور آپ کے نگاہ پر تاثیر اور کیفیت جذب وشورش نے محروموں کو مقبولوں کی صف میں لا دیا۔ اس کیفیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت فرد پھلواروی فرماتے ہیں ؎

قمرے بود در عظیم آباد   نور افزائے مجمع یاران

مولوی حبیب اللہ صاحب عمادی تذکرۃ الصالحین میں فرماتے ہیں:

آپ بڑے کامل اکمل ہوئے اور علم ظاہر میں بھی کافی مہارت رکھتے تھے جب حضرت سید شاہ ابوالبرکات قدس سرہ گوالیار جانے لگے تو آپ کو اپنا جانشیں اور خلیفہ کیا۔ آپ کی صحبت کی تاثیر نہایت تیز تھی اور اکثروں کو ایک دو توجہ میں تکمیل تک پہنچایا۔"

حضرت قاضی محمد اسمٰعیل قدیمی اخبار الاولیا میں فرماتے ہیں:

''جب حضرت صاحب (خواجہ ابوالبرکات) گوالیار تشریف لے جانے لگے تو انہوں نے آپ (اعلیٰ حضرت) کو اپنی جگہ بٹھایا اور یہاں ان کے جتنے مریدین وخلفاء تھے انہوں نے آپ سے تربیت پائی۔''

حضرت شاہ محمد ظفر داناپوری ابوالعلائی تذکرۃ الابرار میں فرماتے ہیں:

''جب حضرت خواجہ ابوالبرکات قدس سرہ عظیم آباد سے گوالیار روانہ ہو گئے تو آپ نے ایک مجلس ترتیب دی اور اس میں جملہ اعیان شہر کو جمع کیا اور حضرت قطب العصر سید شاہ قمر الدین حسین کو اپنا جانشیں بنایا۔ جملہ اصاغر واکابر نے آپ کو تسلیم کیا۔''

1237ھ سے 1255ھ تک اعلیٰ حضرت بارگاہ عشق، تکیہ شریف، میتن گھاٹ، پٹنہ سیٹی میں حضرت خواجہ سید شاہ ابوالبرکات ابوالعلائی کے مسند جانشینی کو زینت بخشتے رہے۔ تقریباً 19 سال کا یہ عرصہ سلسلہ منعمیہ ابوالعلائیہ کا سنہری دور تھا۔ اس مدت میں تیس سے اوپر طالبین صادق پایۂ تکمیل تک پہنچ کر آپ کے خلیفہ وصاحب ارشاد ہوئے ان میں خاندانی پیرزادے بھی ہیں، روسائے شہر بھی، صاحب سجادہ بھی ہیں اور دیگر مشائخ کے مریدین بھی۔

انداز تربیت: راہ سلوک میں تربیت بے حد اہم ہے چوں کہ تربیت صحبت کے بغیر ناممکن ہے یہی وجہ ہے کہ مشائخ کرام کے یہاں سے جو سند ملتی ہے وہ صحبت کی ہوتی ہے یعنی سند صحبت در اصل سند تربیت ہے۔ اگر کسی نے خاطر خواہ علم حاصل نہ کیا ہو لیکن صحبت میں حاضر باش رہا ہو تو امید واثق ہے کہ وہ پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے گا، لیکن اگر کسی نے علم تو حاصل کیا ہو لیکن صحبت و تربیت سے محروم ہو تو اس کے پایۂ تکمیل تک پہنچنے میں بڑی دشواریاں ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ مشائخ کرام خود بھی متعدد بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنا اپنے لئے بڑا متبرک خیال فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی یہی راہ دکھاتے تھے۔

اعلیٰ حضرت اپنے انداز تربیت وصحبت کی وجہ کر ایک ممتاز مقام وشناخت کے حامل ہیں۔ آپ کی تربیت کی تاثیر غیر معمولی تھی جسے آپ کا شرف صحبت حاصل ہوتا وہ اس کا دم بھرتا

نظر آتا ہے جسے یہ شرف حاصل نہیں ہوتا وہ ہمیشہ متمنی رہتا۔

حضرت سید شاہ عطا حسین فانی اس جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

سبحان اللہ عجب شان بود کسے کہ مشرف از جمال آنحضرت گردید عقیدت گزید۔ کسیکہ شہرت فیض شنید۔ سرّش فہمید وبہ نخل مراد رسید۔ (کیفیت العارفین) 248

اعلیٰ حضرت کی تربیت کے لئے سب سے پہلی شرط عقائد کا صحیح و درست ہونا تھا۔ چنانچہ قاضی محمد اسمعیل قدیری فرماتے ہیں۔

آپ متقدمین اہل سنت والجماعت کے مذہب پر تھے...اور اگر کسی میں مذہب کی خامی یا کجی ملاحظہ فرماتے تو جب تک وہ اہل سنت والجماعت کے مطابق اپنے عقائد درست نہیں کر لیتا اسے اپنی پاکیزہ محفل میں شریک نہیں فرماتے۔

اعلیٰ حضرت اگر کسی کو تربیت وصحبت کے لئے قبول نہ فرماتے اور اسے کسی دوسری جگہ بھی نہ بھیجتے تو پھر وہ جہاں بھی جاتا نامراد ہی رہتا اور اسے کہی بھی راہ سلوک میں کامیاب نہیں دیکھا گیا۔

حضرت مخدوم جہاں کی خانقاہ معظم بہار شریف کے فی زمانہ سجادہ نشیں حضرت سید شاہ امیر الدین فردوسی قدس سرہ کو بھی آپ سے استفادہ باطنی کا شوق پیدا ہوا تو انہوں نے ایک رقعہ اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے حصول اجازت کی خاطر آپ کی خدمت میں ارسال فرمایا۔ اس رقعہ میں آپ نے اپنے کمال شوق کے اظہار کے ساتھ اپنی معذوری بھی بیان فرمائی تھی کہ ٹخنوں کی تکلیف کی وجہ کر میں کچھ دیر تک دوزانو بیٹھنے سے قاصر ہوں اور چارزانو بیٹھنا خلاف ادب ہے اس لئے اگر میری معذوری کو قبول کرتے ہوئے اجازت عطا فرمائی جائے تو میں چار زانو بیٹھ کر آپ سے اخذ فیضان کروں اور دوسرا عذر یہ ہے کہ ایک عارضہ کی وجہ کر طبیبوں نے مجھے حقہ پینے کا مشورہ دیا ہے اور اس کے استعمال سے میں فائدہ بھی محسوس کر رہا ہوں۔ اس لئے

اگر اجازت مرحمت ہو تو کچھ دیر کے لئے صحبت سے غیر حاضر رہ کر اس عمل کو بھی دوران تربیت انجام دے سکوں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے حضرت صاحب سجادۂ خانقاہ معظم کی اس درخواست پر اپنی عاجزی وانکساری کا اظہار اور حضرت مخدوم جہاں کی عظمت و بزرگی کا اعتراف کرتے ہوئے مخدوم زادے کو مرحبا فرمایا لیکن ان کی معذوری کو بسر و چشم قبول کرتے ہوئے اپنی جانب سے بھی دو شرطیں رکھ دیں اول یہ کہ میں آپ کے سامنے ہمیشہ دو زانو بیٹھوں گا اور دوئم یہ کہ آپ کے استعمال کیلئے حقہ میں تیار کروں گا۔

کہتے ہیں کہ حضرت سید شاہ امیر الدین فردوسی قدس سرہ آپ کی عاجزی وانکساری اور مخدوم جہاں تو مخدوم جہاں، ان کی اولاد کے لئے اس قدر احترام پر بے حد متاثر ہوئے لیکن اسے بے ادبی خیال کرتے ہوئے اپنے ذوق شوق پر صبر کی مشکلات سے گذرتے رہے یہاں تک کہ ایک روز ایک جگہ مجلس سماع کے موقع پر آپ تشریف لے گئے خوش قسمتی سے اعلیٰ حضرت بھی جلوہ بار ہوئے اور مزید خوش قسمتی یہ ہوئی کہ کسی شعر پر اعلیٰ حضرت کو وجد ہوا۔ اعلیٰ حضرت کو حالت وجد میں دیکھ کر آپ کے اندر نعمات قمریہ کی طلب پھر سے شعلہ بار ہوگئی کہ یکا یک اعلیٰ حضرت نے آپ کے پاس پہنچ کر معانقہ کے لئے اپنے بازو بڑھائے۔ پھر کیا دیر تھی مخدوم زادے اپنی مراد سے لگ گئے۔ حضرت سید شاہ عطا حسین فانی قدس سرہ حضرت سید شاہ امیر الدین فردوسی قدس سرہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

تربیت و استفادہ صحبت از حضرت قطب العصر سید
شاہ قمر الدین حسین بمعانقہ یافتہ اند'

ایک معانقہ میں تربیت وصحبت کے جادۂ صد سالہ کو بہ آہستگی طے کرانے والی ذات کریمہ کے خوشہ چیں حضرت مخدوم جہاں کے چہیتے حضرت مولانا مظفر بلخیؒ اور حضرت مخدوم حسین نوشۂ توحید بلخیؒ کی اولاد میں یعنی حضرت مولانا سید شاہ علیم الدین بلخی رائے پوری بھی تھے۔ اعلیٰ حضرت کی صحبت میں آپ بھی اپنے بڑے بھائی حضرت سید شاہ منیر الدین بلخی ہی

طرح کمال اعتقاد کے ساتھ حاضر ہوتے اور زانوئے ادب تہ کرتے رہے۔ پھر ایک روز وہ نعمت مراقبہ کیسے اور کہاں تک نصیب ہوتی ہے یہ خود حضرت مولانا سید شاہ علیم الدین بلخی فرماتے ہیں:

چوں بحضور جناب میر قمر الدین حسین قدس سرہ پیوستم و بار اول کہ مارا معانقہ شد پس از فراغ مجلس جناب میر صاحب تبسم فرمود کہ سبحان اللہ قابلیت و استعداد تو آنست کہ بیک معانقہ ثمرہ محنت شش ماہ مارا بتاراج گرفتی. بیان می فرمود کہ ازان معانقہ تا مدت شش ماہ در خود نبودم و خبر نمی داشتم کہ کیستم و کجا یم حالتے بود کہ در تحریر نمی گنجد وبہ تقریر نمی آید۔ (حالات حضرت شاہ علیم الدین بلخی مرتبہ غلام مظفر بلخی، قلمی)

اعلیٰ حضرت کو چھ سمت سے نعمتیں پہنچیں تھیں۔

1. ابوالعلائیہ عشقیہ برکاتیہ 2. منعمیہ حسنیہ فرحتیہ 3. سہروردیہ 4. سداسہاگیہ 5. قادریہ منائیہ 6. منعمیہ حسن رضائیہ

ان نعمتوں میں بے شمار نسبتیں اور طریقے موج مار رہے تھے۔ حضرت عشق کے سلسلے میں حضرت برہان الدین خدا نما اور حضرت مخدوم منعم پاک دونوں کا فیضان مجتمع ہو کر عدیم المثال شورش برپا کر رہا تھا تو دوسری طرف حضرت حکیم شاہ فرحت اللہ کریم چکی کے ذریعہ حضرت مخدوم منعم پاک کے جملہ سلاسل کا فیضان بام عروج پر تھا۔ اور ان کے فردوسیہ منعمیہ سلسلے کے استغراق نے بے شمار پوشیدہ موجوں کے ساتھ آپ کو ایک بحر ناپیدا کنار بنا دیا تھا۔ سلسلہ سہروردیہ کے اذکار و اشغال نے آپ کے لب لعل سے برآمد ہونے والی ہر بات کو دو آتشہ بنا دیا تھا اور سدا سہاگی وارفتگی اور جذب مستی نے آپ کے اندر وہ بوقلمونی پیدا کر دی تھی جس کی ہر ادا یہ پکار رہی تھی کہ:

ایسا تو خوش جمال نہ آیا کہیں نظر

اوران سب کے ساتھ آپ کی اور آپ کے مشائخ کی اویسی نسبتیں سونے پر سہاگا بن گئی تھیں۔ چنانچہ جو طالب صادق آیا اس کے ذوق طلب اور ظرف قدح کو دیکھ کر اس کی تربیت کے لیے راہ کا انتخاب فرماتے اور پھر اسی راستہ سے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچاتے۔ کوئی فیوض منعمیہ فرحتیہ سے کمال تک پہنچتا تو کوئی رنگ عشق کی برکات سے دمک اٹھتا، کسی کے لیے سہروردیہ ذکر قمری تیر بہدف بن جاتا تو کوئی سدا سہاگی روش پر چلتا ہوا مراد پا جاتا۔

آپ کی صحبت کی تاثیر اکابر کی یاد تازہ کراتی تھی جو نیت وقصد کر کے آتا وہ تو مالا مال ہوتا ہی اور جو بلا قصد حاضر ہوتا وہ بھی راز تقدیر سے اپنا حصہ پاتا چنانچہ حضرت سید شاہ عطا حسین فانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

کسیے کہ جہت حصول فیض درس کتب ظاہر حاضر می شدچند روز نمیگذشت۔ بروحالتی طاری میگشت شایق استحصال نعمت باطنیه می گردید۔ (کیفیت العارفین صفحہ 252)

اعلیٰ حضرت کے یہاں سبھی کی تعلیم خاص کے لئے الگ الگ اوقات متعین تھے جس میں اسے یکسو ہو کر توجہ دیتے اور وہ ان خوش قسمتوں میں شامل ہو جاتا جو اپنی غیر معمولی ترقی باطن سے دریائے حیرت میں غوطہ زن ہوتے۔ حضرت مخدوم حسین نوشۂ توحید بلخی کے اولاد اور جانشیں حضرت مولانا شاہ علیم الدین بلخی جن دنوں اعلیٰ حضرت کی خدمت میں راہ سلوک طے فرما رہے تھے اس کا ذکر کرتے ہوئے خود فرماتے ہیں:

اعلیٰ حضرت کی خدمت میں یاروں کے حلقہ کے لئے عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت مقرر تھا اور بعد مغرب حضرت شاہ مبارک حسین صاحب (صاحبزادۂ اعلیٰ حضرت) کی تعلیم کے لیے خاص تھا اور اس خاص وقت میں کسی دوسرے کو حاضری کی اجازت نہیں تھی۔ میں اس نظام سے واقف نہیں تھا ایک روز بعد مغرب میں بھی حاضر ہو گیا اور حسب قاعدہ مراقب ہو بیٹھا۔ فارغ ہونے کے بعد میں نے عرض کیا کہ شاید میری حاضری

حضور کی طبیعت کے خلاف تھی کیوں کہ مجھے مراقبے میں آپ کی توجہ سے
جو حلاوت اور ذائقہ ملا کرتا تھا آج محسوس نہیں ہوا۔ ارشاد ہوا کہ حقیقت
یہی ہے لیکن آج سے تم اس وقت میں حاضر ہونے کے مجاز ہو۔
(حالات شاہ علیم الدین بلخی (قلمی) ص 34-33)

روزانہ کے معمولات

وقت کی پابندی اور شب و روز کا نظام العمل انسان کو نہ صرف جسمانی صحت و سکون بخشتا ہے بلکہ روحانی اعتبار سے بھی یہ نہایت ہی ضروری اور مفید ہے۔ شریعت اسلامیہ کی سب سے مہتمم بالشان عبادت نماز وقت کے ساتھ فرض ہے:

ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتابا مو قوتا

اعلیٰ حضرت بھی نہایت پابند اوقات بزرگ تھے اور لوگوں سے بھی پابندی اوقات کی امید رکھتے تھے آپ کے اوقات کچھ اس طرح منضبط تھے کہ جب ایک گھڑی دن چڑھ آتا تو آپ بالا خانہ سے نیچے کی منزل میں تشریف لاتے اور چاشت کے وقت تک عربی و فارسی کتابوں کی درس و تدریس فرماتے۔ اس موقع پر مختلف طلباء آپ سے صرف و نحو و انشاء کے علاوہ حدیث و فقہ و تصوف کی کتابیں بھی پڑھتے۔ اسرار قمریہ کی ایک مجلس میں ایک طالب علم کے بہار دانش پڑھنے کا ذکر آیا ہے۔ اور اگر کوئی پریشان حال نامراد لاعلاج مریض حاضر آجاتا تو اسی وقت میں اسے بھی کوئی دوا یا ترکیب ایسی بتاتے جس سے مراد شفا حاصل ہو جاتی۔ حالاں کہ علم طب میں بظاہر آپ کو کوئی درک حاصل نہیں تھا اور ایسا محض آپ کی کرامت کا معاملہ تھا۔ مریضوں کو کبھی کبھی دم بھی فرماتے یا نقش عطا فرما دیتے جس سے بھی تیر بہدف فائدہ نصیب ہوتا ایک روز طپ دق کا ایک پریشان حال مریض خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور بار بار التجا کرنے لگا کہ حضرت میرے لئے کوئی دوا تجویز فرما دیجئے یا دعاء فرما دیجئے کہ میں اس جان لیوا مصیبت سے چھٹکارا پا جاؤں۔ حضرت چند لمحے خاموشی سے سنتے رہے پھر اس سے فرمایا کہ میری جانب دیکھو اور خود بھی خود اس کی جانب متوجہ ہو گئے یہاں تک کہ توجہ ہی توجہ میں اس کا مرض سلب فرما لیا اور صحن

خانقاہ میں پپیتے کے ایک صحت مند درخت پر سلب کردہ مرض کو ڈال دیا۔ چنانچہ مریض تو صحیح و سالم ہو گیا لیکن وہ پپیتے کا درخت اس روز سے سوکھنے لگا اور دھیرے دھیرے پورا خشک ہو کر گر پڑا۔

نصف النہار سے پہلے پہلے آپ سے اہل تجارت بھی بغرض تجارت اور ملاقات حاضر آتے اور شالوں کی خرید و فروخت کے معاملات انجام پاتے۔ شالوں کی تجارت سے جو آمدنی ہوتی وہی آپ کے اخراجات کا ذریعہ تھی۔ شہر کے عمائد و روسا بھی اسی وقت میں حصول نیاز و ملاقات کے لیے حاضر ہوتے تھے۔

نصف النہار ہوتے ہی آپ تجدید وضو کے لئے اُٹھ جاتے اور حاضرین رخصت ہو جاتے۔ وضو کے بعد آپ کی خلوت کا پردہ برابر ہو جاتا اور آپ آنکھیں بند کیے گویا مراقب بھی ہو جاتے۔ تھوڑی دیر بعد اپنا معین طعام تناول فرماتے اور کچھ دیر قیلولہ فرماتے۔ کبھی کبھی طبیعت مائل ہوتی تو حقہ نوشی فرماتے اور اس درمیان کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ آپ پر اونگھ یا غفلت طاری ہوئی ہو۔

گرمی کے دنوں میں جب کے فضا بے حد گرم ہوتی اور خس کے پردے بدن کو راحت اور طبیعت کو حلاوت پہنچا رہے ہوتے تو دوسروں کو میٹھی نیند آ جاتی لیکن آپ غافل نہیں ہوتے اور اس عالم میں کسی سے ہمکلام بھی نہیں ہوتے۔ ہاں اگر کبھی بہت ضروری ہوتا تو مختصر جواب عنایت فرماتے۔ حضرت اپنے مسترشدین سے فرمایا کرتے کہ میرے لئے فکر کی بھی ایک ساعت مقرر ہے چنانچہ حضرت سید شاہ عطا حسین فانی دانا پوری ثم گیاوی (جامع اسرار قمریہ) فرماتے ہیں کہ مجھے آپ کی خدمت میں کافی عرصہ گذارنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے لیکن میں بھی یقین کے ساتھ تو نہیں لیکن قرائن کی بنیاد پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ شاید یہی اعلیٰ حضرت کی ساعت فکر تھی۔

پھر جب ظہر کا وقت مقرر ہو جاتا تو آپ ضرورت و وضو سے فارغ ہو کر اس بنگلہ سے برآمد ہو کر سہ درے میں تشریف لے آتے اور بنگلہ بند ہو جاتا۔ پھر نماز ظہر ادا فرماتے بعدہ عصر کی نماز تک علم طریقت کے طلباء کو سبق عرفان و احسان بخشتے۔ بعد نماز مراقب ہو جاتے اور اپنے

مسترشدین کو توجہ ظاہری و باطنی سے سرفراز فرماتے۔ شہر کے تمام یاران اس وقت آپ کے حضور مراقب و مستعد ہوتے بیرونی مسترشدین حصول توجہ کے لیے جہاں ہوتے وہیں سے اس وقت مراقب و متوجہ ہو جاتے اور فیضیاب ہوتے۔ مغرب کے قریب آپ مراقبے سے فارغ ہو کر نیا وضو فرماتے اور بعد نماز مغرب ان عزیزوں کی تعلیم میں مشغول ہوتے جو کہ رات حضرت کی خانقاہ میں بسر فرماتے۔

چنانچہ دروازے بند ہو جاتے اور کسی کو باریابی کی اجازت نہیں ہوتی اور یکسوئی اور توجہ سے حسب خواہ فائدہ کا خیال کرتے ہوئے چراغ کا جلنا بھی صرف بیجا مان کر اسے بھی گل کر دیا جاتا۔ مسترشدین مراقب ہو جاتے اور حضرت انہیں اپنی توجہ سے مالا مال فرماتے۔ ایک گھڑی رات گذرنے کے بعد نماز عشا ادا فرماتے بعدہ کھانا تناول فرماتے۔ پھر خادم شمع، مصلی اور آفتابہ لیے حضرت کے ہمراہ جاتا۔ وہاں حضرت تنہا ہوتے کسی کو بھی وہاں داخلے کی اجازت نہیں تھی۔ حضرت کے قیام لیل کا انداز کیسا تھا کسی کو اس کی حقیقت کا علم نہیں لیکن دوسرے روز آپ کے رخ روشن کا دیدار آپ کی شب بیداری کا غماز ہوتا تھا۔ ماہ صیام میں رات کا معمول بدل جاتا اور آپ بالا خانہ کے بجائے زیریں حصے میں رونق افروز رہتے اور تمام حاضرین آپ کے ساتھ اوراد و اذکار، مراقبہ و اشغال اور نوافل و مستحبات میں شب زندہ داری سے مشرف ہوتے۔

یہ وہ معمولات تھے جن کی آپ کے یہاں سفر و حضر دونوں میں بڑی پابندی تھی۔ کبھی کبھی صبح یا شام میں بگھی پر جلوہ افروز ہو کر کچھ دور سیر کے لئے بھی تشریف لے جاتے بظاہر یوں معلوم ہوتا جیسے کہ تفریح مطلوب ہو لیکن اس سیر میں بھی آپ تعلیم و تربیت کے غیر معمولی گوشوں سے ہمراہیوں کو مستفید فرماتے جاتے۔

روزانہ کے معمولات میں حضرت مخدوم شاہ محمد منعم پاکباز قدس سرہ کے روضۂ منورہ کی خدمت اور مراقبہ بھی شامل تھا۔ خود اپنے ہاتھوں سے رات کی تنہائی میں حضرت کے روضہ کی خدمت فرماتے اور اکثر مواجہ میں مراقب ہو کر خوب خوب مستفیض ہوتے۔

معمولات غذا

آپ کی غذا کا معمول بھی آپ کی انکساری وعاجزی کا بھرپور آئینہ دار تھا۔اکثر مائل بہ سرخی ساٹھی چاول وہ بھی ایسا کہ اکثر پر چھلکا موجود ہوتا ساتھ ساتھ جس کے چننے یا پھٹکنے کا اہتمام نہ ہوتا آپ استعمال فرماتے اور اس کے ساتھ دال وہ بھی بلا روغن ۔کبھی کبھی ترشی بھی استعمال فرما لیتے۔رات میں گیہوں کے بغیر چالے ہوئے آٹے کی روٹی دال بلا روغن کے نوش فرماتے۔ ہفتے عشرے میں جاں نثاروں کے لئے قلیہ بھی پکتا اور روزانہ کے حاضرین ومسافرین ومہمانان کے لئے نان، کباب، بالائی، شیرہ، باسمتی چاول اور قلیہ غرضکہ ساری نعمتیں دستر خوان پر موجود رہتیں۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عام دستور دنیا کے خلاف دوسروں کے لئے آپ کا دستر خوان انواع واقسام کے اہتمام کا آئینہ دار ہوتا اور خود اپنا سفرہ روکھا سوکھا، پھیکا اور بلا چنا ہوا معمولی اور حقیر ہوتا یہ بھی قابل غور بات ہے کہ آپ لباس عمدہ پہنتے اور غذا معمولی کھاتے۔

عزیزوں میں سے جو زیر تربیت ہوتے ان کے لئے کبھی کبھی روغنی روٹی اور کباب بھی تیار ہوتا اور ان کی رغبت کے مطابق غذا پیش کی جاتی تا کہ راہ سلوک طے کرنے کی طرف طبیعت کا میلان بنا رہے۔

اکل حلال کی احتیاط کا عالم یہ تھا کہ آپ عام طور پر کسی کی دعوت قبول نہ فرماتے۔عظیم آباد سے داناپور تشریف لے جاتے وہاں بھی کسی کے یہاں کھانا تناول نہ فرماتے۔داناپور میں میر عابد علی صاحب ایک رئیس زمیندار اور تاجر تھے۔حضرت صرف ان کے یہاں ٹھہرتے اور اس شرط پر ان کے یہاں کھالیتے کہ اپنے مال تجارت سے کھانا بنواؤ اور وہی پیش کرو جو میں کھاتا ہوں۔

اخلاق ولباس

حضرت کے اخلاق عالیہ میں اس قدر تواضع اور توسع تھا کہ آپ کی مجلس سے کوئی بھی رنجیدہ ملول نہیں لوٹتا تھا۔اگر روتا آتا تو ہنستا جاتا۔بدعقیدہ آتا تو خوش عقیدہ جاتا۔متنفر آتا تو متاثر جاتا۔محروم آتا شاکر جاتا۔

آپ دنیاداروں کے گھروں پر جانے اور وہاں کچھ کھانے سے پرہیز فرماتے تھے اور ان کو اپنے گھر میں بھی بلانا ناپسند فرماتے تھے لیکن جو وقت آپ کا تجارت کے لئے مقرر تھا اس موقع پر اگر کوئی خرید وفروخت کے لئے آتا تو اسی معاملے کے لئے اس سے مخاطب ہوتے ورنہ نہیں۔

آپ کی نگاہ روشن ضمیر بے پناہ مردم شناس تھی اگر کسی کے اندر صفت درویشی ہوتی، خواہ وہ کسی لباس میں ہو، تو آپ اس کا احترام فرماتے اور اگر کوئی صفت درویشی سے خالی ہوتا لیکن لباس درویشی سے مزین ہوتا تو آپ اس کی تعظیم وتوقیر قطعی نہ فرماتے۔

مسند خلافت واجازت رشد وہدایت پر جلوہ افروز ہونے کے بعد آپ نے لباس درویشی زیب تن فرمایا لیکن خلق اللہ کے اژدہام اور اس سے پیدا ہونے والے ہرج اوقات کے قلق نے بہت جلد آپ کو جس وضع جوانانہ کی طرف بہ قاعدہ مشرب ملامت مائل کر دیا جس میں ظاہر دیکھنے والوں کے لئے کوئی کشش نہیں تھی اور لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بننے سے بہت حد تک نجات تھی چنانچہ بزرگوں کی طرح کلاہ وخرقہ کو بطور تبرک زیب تن فرماتے اور عموماً مال داروں کی طرح کلاہ چوترکی، قیمتی قبا وشال استعمال فرماتے نتیجتاً اس لباس ووضع کی وجہ کر اشتہار دیکھ کر مجمع لگانے والے متوجہ نہیں ہوتے لیکن اہل نظر اور اہل دل آپ کی اس کج کلاہی پر نثار ہوتے اور آپ کی جانب اپنا قبلہ عقیدت راست ودرست رکھتے۔

معاش

حضرت نے اپنے گذر اوقات اور اخراجات کے لئے تجارت کا شغل اختیار فرمایا تھا۔ اور اس کے لئے بھی نہ کوئی دوکان تھی اور نہ بازار۔ دو قطع مکان میں سے ایک بنگلہ تھا جسے خاص وقت میں تجارت شال کے لئے استعمال فرماتے۔ بعض شالیں ایسی بھی ہوتیں جن پر حضرت اپنے دست خاص سے کچھ پھول بوٹے بھی بناتے اس طرح دست کاری وتجارت آپ کی رزق حلال کا پاکیزہ ذریعہ تھی۔ یہ تجارت بھی متوکلاً الی اللہ تھی اور آپ اس میں بہر خوبی صابر وشاکر تھے۔ چنانچہ اپنے خلفاء ومسترشدین ومعتقدین سے کبھی نذر قبول نہیں فرماتے بلکہ خود اپنے پاس سے

ان کی ضرورتیں پوری فرماتے اور بعض تو آپ سے روزینہ و ماہانہ مدد معاش پاتے۔ محتاجوں اور ضرورت مندوں پر بھی آپ کی نگاہ کریمانہ برابر رہتی۔

آپ نے ترکہ آبائی بھی لینا تو دور رہا چھونا بھی گوارا نہیں فرمایا اور ان جائدادوں اور زمین داریوں سے جو عطیات شاہی تھیں ایک حبہ بھی لینا قبول نہیں فرمایا اور اللہ بس باقی ہوس کی مثال زندہ و صادق فرمادی۔ صاحب اخبار الاولیا قاضی محمد اسمٰعیل اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

> کسی کی نذر قبول نہیں فرماتے۔ اگر ضرورت کے پیش نظر کوئی دنیادار اپنی تکلیف اور مصیبت سے نجات کی خاطر کچھ آپ کی خدمت میں پیش کرتا تو اسے ہنڈہ (معینہ رقم) کی شکل میں مقرر فرما کر اس کی مشکل حل فرماتے پھر اس روپے کو ایسے اللہ والوں کی خدمت میں پیش کر دیتے جو اللہ بھروسے اپنی گذارا اوقات کرتے تھے اور اس روپے میں سے اپنے اوپر یا اپنے اہل و عیال پر ایک پیسے کو بھی حرام جانتے۔

تصنیفات

اعلیٰ حضرت شب و روز رشد و ہدایت، تعلیم و تربیت و راکل حلال میں مصروف رہنے کے باوجود تصنیف و تالیف، تشریح و توضیح کے لئے وقت نکال لیتے چنانچہ چند قیمتی علمی خدمات آپ کی یادگار موجود ہیں جن کا مختصر تعارف ہدیۂ قارئین ہے۔

جواہر الانوار

34 جواہر پر مشتمل یہ بیش قیمت تالیف علم تصوف کے عملی پہلوؤں کو بخوبی آشکار کرتی ہے۔ جواہر الانوار جہاں زیر تربیت سالکین کے نعمت گراں مایہ ہے وہیں کاملین کے لئے معتبر ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہندوستان کی مختلف خانقاہوں اور کتب خانوں میں اس کے درجن بھر قلمی نسخے محفوظ ہیں جو اس کی مقبولیت کی واضح دلیل ہے۔ اس شاہکار میں جواہر کے عناوین اس طرح ہیں:

جوہراول: دربیان طلب پیر

جوہردوم:دربیان توجه مبتدیان و طریق نشستن آنها

جوہرسوم:در بیان ادب

جوہرچہارم:دربیان کیفیات یعنی علامتیکه در ابتدائی نشست سالک رازیں هم درس دهد

جوہرپنجم :دربیان صاحب کیفیت و نسبت شدن

جوہرششم : دربیان قیض و بسط

جوہرہفتم :دربیان اوقات معمولات سالکان

جوہرہشتم :دربیان خطرات از قسم دیدن یا دردل وسوسه آن گذشتن که باعث برهمی کار

جوہرنہم :دربیان صفت قلب ذاکر و جاری شدن قلب بذکرے ازاذ کار

جوہردہم : دربیان واردات و نعمات در هر طریقه

جوہریازدهم : دربیان تجلیات

جوہردوازدهم :دربیان مضرت کلمه و کلام بیجا

جوہرسیزدهم :دربیان مراقبات

جوہرچہاردهم :دربیان اذکار

جوہرپانزدهم: دربیان افکار

جوہرشانزدهم: دربیان عشق توحید ذاتی

جوہرہفدهم : دربیان جذب و سلوک

جوہرہیجدهم: دربیان نهایت کمال ماده سلوکیان و جذبیان

جوہرنوزدهم : دربیان تفرقه درمیان آگاهی و استغراق

جوہربستم :دربیان احوال مرید صادق

جوہربست ویکم:دربیان سماع و آداب آن

جوہربست ودوم: دربیان امتیازیکه مردیگریرا

جوہربست وسوم: دربیان دنیا

جوہربست وچہارم: دربیان فرق درمیان طاعت و عبادت و نا فرمانی و عصیان

جوہربست پنجم : دربیان اخلاص

جوہربست ہشتم : دربیان یاد و ایمان

جوہربست ہفتم : دربیان مکر اللہ

جوہربست ہشتم : دربیان صبر و رضا

جوہربست نہم : دربیان شکر

جوہرسیم : دربیان سرعبدیت و سر شریعت

جوہرسی یکم : لوازمات پیر

جوہرسی ودوم : دربیان حق مرید بر پیر

جوہرسی وشیوم : لحاظیکہ در وقت توجہ و تعلم مسترشدان می باید

جوہرسی وچہارم : عرفان

خانقاہ منعمیہ قمریہ میں اس کے چار قلمی نسخے محفوظ ہیں اور عنقریب اس کا اردو ترجمہ بھی منظرعام پر آئیگا۔ انشا اللہ المولیٰ تعالےٰ۔

جواہرالانوار کے علاوہ بھی چند رسالے اور تالیفات کا پتہ چلتا ہے لیکن تادم تحریر ان پر روشنی ڈالنا قبل از وقت ہوگا۔

فائض البرکات

اعلیٰ حضرت نے اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ سید شاہ ابو البرکات ابو العلائی (م 1256ھ) کے ملفوظات کو قلمبند و مرتب فرمایا ہے اس کا متن اس حقیر کے ترجمے کے ساتھ 2000ء میں سلسلہ خانقاہ منعمیہ قمریہ میتن گھاٹ نے شائع کر دیا ہے۔ 12 مجالس پر مشتمل یہ ملفوظ مختصر لیکن بے حد اہم ہے۔

یہ رسالہ دراصل صاحب ملفوظات اور ان کے جامع کے درمیان سوال و جواب پر منحصر

ہے اسی لیے گفتگو عام قاری و مبتدی سالک کے لیے مشکل ہے۔ راہ سلوک کو طے کرتے ہوئے جن منازل سے سالک گزرتا ہے اور جو احوال اسے درپیش ہوتے ہیں ان کی ایک جھلک یہاں مل جاتی ہے۔ تحقیق و معرفت کی وادی میں کچھ منزلیں طے کر لینے والوں کے لیے اس میں کئی عقدوں کا حل موجود ہے اور ایسے نقوش قدم بھی موجود ہیں جن پر چل کر سالک منزل تک پہنچ سکتا ہے۔ فائض البرکات میں ملفوظات کے جمع کرنے میں سن و تاریخ جمع کرنے کا اہتمام نہیں کیا گیا ہے۔

قیاس اغلب ہے کہ 1226ھ سے 1230ھ کے درمیان انہیں قلمبند فرمایا گیا ہوگا۔ یہ وہ دور تھا جب کہ حضرت حکیم شاہ فرحت اللہ کریم چکیؒ کے وصال کے بعد اعلیٰ حضرت باضابطہ طور پر حضرت خواجہ کے زیر تربیت رہ کر تیزی سے راہ سلوک طے فرما رہے تھے۔ ایسا بھی معلوم ہوتا ہے کہ بطور روزنامچہ قلمبند ہونے والے ان ملفوظات کا سلسلہ کسی وجہ سے رک گیا اور آگے نہیں بڑھ سکا۔

رسالہ مرشدیہ

اعلیٰ حضرت نے اپنے مرشد حضرت حکیم شاہ فرحت اللہ المخاطب بہ حسن دوست کریم چکی کے ملفوظات کو رسالہ مرشدیہ کے نام سے جمع فرمایا۔ اس کے قلمی نسخے بھی مختلف کتب خانوں کی زینت ہیں۔ یہ رسالہ بھی زیر ترجمہ ہے اور عنقریب شائع ہوگا۔ انشا اللہ المولیٰ تعالیٰ

مکتوبات

اعلیٰ حضرت نے اپنے بعض خلفاء و مسترشدین کو تعلیمی و تربیتی مکاتیب بھی تحریر فرمائے اس کا ایک مجموعہ بھی خانقاہ منعمیہ قمریہ کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔

شرح رباعیات جامی

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ کو مولانا عبدالرحمٰن جامیؔ سے فیض اویسی حاصل تھا اور آپ ان کی رباعیات کو اپنی مجالس میں حسب موقع پیش فرماتے رہتے تھے اور اس انداز پر اس کی شرح املا کرائی تھی۔

ملفوظات مخدوم شاہ حسن علی

حضرت مخدوم شاہ حسن علی (م 1224ھ)، اعلیٰ حضرت کے مرشد حکیم شاہ فرحت اللہ کریم چکی کے پیر و مرشد تھے۔ اعلیٰ حضرت خود بھی ان کی صحبت میں زانوئے ادب تہ کرنے کا شرف رکھتے تھے ان کے وقت وصال اپنے پیر و مرشد کے ساتھ آپ بھی حاضر تھے اور اس وقت کے چشم دید حالات رقم فرمادیے جس میں حالات اور ارشاد دونوں کی چاشنی ہے۔ اس کے قلمی نسخے بھی بعض کتب خانوں میں موجود ہے۔ اور مکتوبات مخدوم شاہ حسن علی کے ساتھ اس ملفوظ کے ترجمے کا کام مکمل ہو چکا ہے اور عنقریب شائع ہو رہا ہے۔ انشا اللہ تعالیٰ۔

ذوق شعر و سخن

اعلیٰ حضرت کے باضابطہ اردو یا فارسی کے دیوان کا علم تادم تحریر نہیں۔ لیکن اردو اور فارسی غزلیں آپ کی مختلف بیاضوں اور سفینوں میں مل جاتی ہیں۔ جو آپ کے ستھرے اور اعلیٰ مذاق شعر و سخن کی دلیل ہیں۔ فراق تخلص فرماتے اور عموماً علم توحید والٰہیات کو موضوع سخن بناتے۔

کرامات

اعلیٰ حضرت سے مختلف مواقع پر استتار اور اخفائے حال کے باوجود کثرت سے کرامات وخرق عادات کا ظہور ہوا ان کا ذکر کرتے ہوئے جامع اسرار قمریہ حضرت سید شاہ عطا حسین فانی فرماتے ہیں:

> کشف و کرامات ازاں حضرت بسیار بوقوع آمد اگر ہمہ می نوشتم ایں بطول میں انجامید۔ انشاء اللہ کتابے علیحدہ در تفصیل حالات حضرت قطب العصر خواہم نگاشت۔
>
> (کیفیت العارفین)

معاصرین کے ساتھ تعلقات

معاصر علماء ومشائخ سے اعلیٰ حضرت کے تعلقات بڑے خوشگوار اور عمدہ تھے۔ پھلواری شریف سے ہجرت کر کے عظیم آباد آنے والے مجیبی عمادی خاندان نے مختلف جگہ قیام کے بعد جب 1238ھ کے قریب موجودہ منگل تالاب اور قدیم شاہ مٹھا کی گڑھی کے قریب باضابطہ قیام اختیار کیا اور خانقاہ کی بنیاد ڈالی تو حضرت مولانا شاہ نصیر الحق عمادی رحمۃ اللہ علیہ نے گویا سلسلہ عمادیہ کی نشأۃ ثانیہ فرمائی اور ان کے لاولد وصال فرمانے کے بعد ان کے برادر حقیقی حضرت مولانا شاہ علی امیر الحق زیب سجادہ عمادیہ ہوئے۔ حضرت شاہ علی امیر الحق کے نواسے اور مرید جناب سید بدر الحسن اپنی خودنوشت سوانح وتذکرہ ''یادگار روزگار'' میں فرماتے ہیں۔

''خانقاہ وگدی حضرت منعم پاک علیہ الرحمۃ میتن گھاٹ میں ہے۔ ایک بڑی مسجد ہے جس کی شباہت بتارہی ہے کہ شاہی وقت کی ہے اور بہت پرانی ہے۔ صحن مسجد کے پاس ہی حضرت کا مزار ہے یہ ابوالعلائیہ طریقہ کے اچھے بزرگ گذرے ہیں۔ صاحب کرامت ہیں۔ راقم نے پہلے بزرگوں کو نہیں دیکھا۔ شاہ ابوالبرکات صاحب اور شاہ قمر الدین صاحب کی تعریف بزرگوں سے بہت سنا کرتے تھے یہ لوگ اسی خاندان کے بزرگ تھے راقم نے اس گدی پر شان عزیز الدین صاحب کو دیکھا واقعی جوان صالح تھے اور فقیری کی شان ان میں دیکھا'' (ص 8 ضمیمہ)

پھلواری شریف خانقاہ مجیبیہ کے صاحب سجادہ حضرت شاہ نعمت اللہ قادری پھلواروی کے دور سجادگی میں اعلیٰ وہاں تشریف لے جاتے اور ان کے بعد حضرت مولانا شاہ ابوالحسن فرد پھلواروی سے آپ کے تعلقات خوشگوار اور مخلصانہ تھے۔ اعلیٰ حضرت گاہ گاہ پھلواری تشریف لے جاتے تو ان دونوں حضرات سے بھی ملاقاتیں رہتیں اور خال خال اعراس کی مجالس میں بھی شرکت ہوتی۔ صاحب سجادہ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کے صاحبزادگان واعزا ومریدین بھی

خانقاہ منعمیہ میتن گھاٹ اور بارگاہ عشق میں اعلیٰ حضرت سے شرف ملاقات کو حاضر آتے اور اعراس میں شریک ہوتے۔ حضرت فرد کی دستار سجادگی کے موقع پر بھی اعلیٰ حضرت خانقاہ مجیبیہ تشریف لے گئے تھے اور اس موقع پر حضرت شاہ نعمت اللہ کے تصرف باطنی اور تصرف بعد الوصال کی جانب سب سے واضح اشارہ فرمایا تھا۔ اعلیٰ حضرت کے وصال پر حضرت فرد نے جو قطعہ کہا وہ بھی باہمی اخلاص ومودّت کا آئینہ دار ہے۔

سالک راہ میر قمر الدین	نیست محتاج وصف لو بہ بیان
قمرے بود در عظیم آباد	نور افزائے مجمع یاران
شب سہ شنبہ و شب بستم	بود بے ریب ازمہ شعبان
ہاتفے گفت ازسر افسوس	سال او از غروب ماہ بدان

1254+1=1255ھ

پٹنہ کے معروف مجذوب بزرگ حضرت شاہ ٹکیا نوذر کٹرہ کے قریب لب سڑک سب سے بے نیاز مشغول بحق رہتے تھے اور لباس وستر وغیرہ کے تکلفات واحتیاط سے بے نیاز تھے لیکن جب بھی اعلیٰ حضرت کا گذر ادھر سے ہوتا تو آپ ان کی آمد سے کچھ پہلے مضطرب ہو کر کہتے: ''کپڑالاؤ مردوا آرہا ہے۔'' ان کی ستر پوشی کے بعد جب اعلیٰ حضرت گذرتے تو دونوں آمنے سامنے کچھ دیر ایک دوسرے کو خاموشی سے تکتے اور پھر جب اعلیٰ حضرت گذر جاتے تو آپ لباس یا تہبند کھول کر پھینک دیتے۔

حضرت سید شاہ عطا حسین فانیؔ منعمی جامع اسرار قمریہ اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد مجلس چہلم میں شرکت فرما کر جب داناپور لوٹ رہے تھے اور نوذر کٹرہ میں حضرت شاہ ٹکیا کے قریب سے گذرے تو انہوں نے آپ کو آواز دی اور فرمایا: ''سوتن چلا گیا اب مجھ سے کچھ نہیں ہو سکے گا۔'' حضرت فانیؔ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد ٹکیا شاہ خوب روئے اور ٹھیک ایک سال بعد اسی تاریخ 20 شعبان 1256 کو واصل بحق ہو گئے۔

اعلیٰ حضرت نے 52 (مادہ تاریخ حمد) برس کی عمر پاک میں 20 شعبان المعظم کی رات

گذار کر عین صبح صادق کے وقت وصال فرمایا اور حضرت قطب العالم سیدنا مخدوم منعم پاک کے جوار میں محاذی صحن جامع مسجد حضرت ملا میتن حسب وصیت آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ خواجہ حسین علی خاں نے تاریخ رحلت رقم فرمائی:

روز ہجر است یا شب تاریک — شمس یا در لباس ماتم ہست

چرخ می گوید از سر زاری — قمر دین بنور حق پیوست

1248+7=1255

حضرت سید شاہ محمد یحییٰ ابوالعلائی عظیم آبادیؒ کا قطعہ اس طرح ہے:

شیخ عالی جاہ قمر الدین حسین — وجہ نورانی ازین دنیا نہفت

سال تاریخ وفات او سروش — ہای رحلت قطب دوران کرد گفت

1255ھ

آپ کے خلفائے کاملین میں ایک کثیر تعداد ملتی ہے جو بیعت تو کہیں اور تھے لیکن تکمیل طریقت اور منتہائے سلوک تک آپ کے طفیل پہنچے بعض خلفاء تو ایسے تھے جن کا علم اس لئے نہیں ہو سکا کہ وہ آپ کی حیات ہی میں وصال فرما گئے۔

یہاں چند نامور خلفاء کے نام نامی درج کئے جاتے ہیں:

1. حضرت مولانا سید شاہ مبارک حسین منعمی (المتوفی 1273ھ)
2. حضرت سید شاہ محمد قاسم داناپوری (المتوفی 1281ھ)
3. حضرت سید شاہ عطا حسین فانی داناپوری ثم گیاوی (المتوفی 1311ھ)
4. حضرت خواجہ شاہ لطف علی (م 1260ھ)
5. حضرت خواجہ وجہ اللہ ابوالعلائی (م 1266ھ)
6. حضرت مولانا علیم الدین بلخی (م 1278ھ)
7. حضرت سید شاہ محمد حسین ابوالفیاض (م 1279ھ)
8. حضرت سید شاہ محمد حسن عرف سید میاں رائے پوری (م 1248ھ)
9. حضرت سید شاہ منیر الدین بلخی (م 1252ھ)

10. حضرت سید شاہ جلال الدین کساروی (م 1270ھ)

11. حضرت سید شاہ امجد حسین بلخی

12. حضرت خواجہ سلطان جان

13. حضرت خواجہ میر نجان

14. حضرت خواجہ امام الدین (م 1254ھ)

15. حضرت شاہ محمد حسین محی الدین نگری

16. حضرت حافظ جمال الدین جالیسری

17. حضرت شاہ امان اللہ داناپوری

18. حضرت صاحب داد خاں

19. حضرت شیخ غلام محمد الملقب شیخ محرر

20. حضرت فیض علی خاں

21. حضرت خواجہ جان

22. حضرت سید شاہ علی حسین داناپوری

23. حضرت سید شاہ مردان علی

24. حضرت سید شاہ محمد سجاد داناپوری

25. حضرت سید شاہ علی احمد بلخی

26. حضرت سید شاہ محمد واجد داناپوری

27. حضرت سید شاہ جمال الدین داناپوری (م 1250ھ)

28. حضرت حکیم سید شاہ مراد علی داناپوری (م 1260ھ) وغیرہ

آپ کے سجادہ متبرک کو آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا سید شاہ فخر الدین حسین المشتہر بہ مبارک حسین منعمی قدس سرہ نے زینت بخشی۔ حکیم شاہ محمد شعیب پھلواروی اپنی تالیف تجلیات الانوار (قلمی، ص 5-304، حصہ اول) میں آپ کی سجادگی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے

ہیں:

آپکے خاندان میں حضرت مخدوم منعم پاک قدس سرہ کے استانہ کی جانشینی کا منصب پہنچنے کی وجہ میں نے اکابر ثقات سے اسطرح سنی ہے کہ حضرت مخدوم منعم پاک کے وصال کے بعد جانشینی کا مسئلہ بہت اہم ہوگیا کیونکہ حضرت مخدوم کے تمام خلفا اپنے مرشد کے زمانہ حیات ہی میں صاحب رشد ہو چکے تھے اور ہر ایک اپنے وقت کا شیخ صاحب ارشاد مستقل شخصیت والا تھا اور تقریباً کا مستقل حلقہ بن چکا تھا۔ اسلئے عوام میں اس مسئلہ کا اہم ہو جانا کچھ مستبعد نہیں تھا۔ مگر وقت کے نبض شناس حضرت رکن الدین عشق قدس سرہ نے، کہ ہر ایک کے نزد مسلم الثبوت ومحبّ تھے اور انکی قدر خود حضرت منعم پاک قدس سرہ اپنے مرشد حضرت شاہ فرہاد قدس سرہ کے نواسگی کے وجہ سے کرتے تھے، اسی جماعت خلفا میں سے ایک نوجوان کا خود ہی انتخاب فرمالیا۔ اور حضرت مخدوم کے فاتحہ چہارم کے روز، کہ ہر ایک کی نگاہ تجسس میں ہر طرف گھوم رہی تھی، حضرت عشق نے حضرت خواجہ حسن رضا رائے پوری قدس سرہ کو تبرکات وخرقۂ مخدوم پہنا کر جانشین کردیا۔ اگر چہ حضرت خواجہ حسن رضا قدسرہ اس بار کو اٹھانے کے لئے تیار نہ تھے، لیکن حضرت عشق اور دوسرے خلفاے حضرت مخدوم کے انتخاب کو رد بھی نہیں کر سکتے تھے، ناچار جانشینی قبول کرنی پڑی۔ جب تک حضرت عشق قدس سرہ بقید حیات رہے حضرت خواجہ حسن رضا قدس سرہ بھی مستقلاً پٹنہ میں آستانہ منعمیہ پر مقیم رہے مگر حضرت عشق قدس سرہ کی وفات کے بعد آپ کا قیام رائے پورہ فتوحہ میں بڑھنے لگا۔ کچھ تو خانقاہ رائے پورہ کی ضروریات کی وجہ سے اور کچھ اس وجہ سے بھی کہ حضرت عشق کے بغیر اپنی جمعیت میں خلا محسوس ہونے لگا تھا۔ اب آستانہ منعمیہ میں تنہائی ہونے لگی۔ ان حالات کو محسوس کرتے ہوئے حضرت خواجہ ابوالبرکات قدس سرہ نے آستانہ منعمیہ کے انتظامات اپنے ہاتھ میں لے لیے اور اعراس ودیگر مراسم حضرت خواجہ ابوالبرکات

قدس سرہ بذات خود انجام دینے لگے..... کچھ مدت کے بعد خواجہ ابوالبرکات قدس سرہ کو گوالیار کا سفر درپیش ہوا تو یہ خدمت حضرت سید شاہ قمر الدین حسین قدس سرہ کے متعلق ہوئی۔تا حیات آپ اس خدمت کو انجام دیتے رہے حضرت شاہ قمر الدین قدس سرہ کے انتقال کے بعد آپکے صاحبزادے حضرت سید شاہ فخر الدین عرف مبارک حسین قدس سرہ اس سجادہ پر جانشین کیئے گئے۔کیونکہ حضرت ممدوح کو اپنی ذاتی خصوصیات ومحاسن کے ساتھ تقریباً حضرت مخدوم منعم پاک قدس سرہ کے تمام ممتاز اور صاحب سلسلہ خلفا کے واسطے فیض پہنچا تھا، جنہوں نے بحیثیت سجادہ نشیں یا بحیثیت سرپرست ومربی آستانہ مخدوم کی خدمت کی تھی۔تفصیل:

--- حضرت سید شاہ فخر الدین قدس سرہ کو بیعت اور اجازت وخلافت پہلے اپنے دادا حضرت شاہ شمس الدین حسین قدس سرہ سے،ان کو حضرت مولانا خواجہ حسن رضا قدس سرہ سے، ان کو حضرت منعم پاک سے تھی۔ دوسری نسبت حضرت سید شاہ فخر الدین حسین کو اپنے والد شاہ قمر الدین حسین سے،ان کو خواجہ ابوالبرکات سے، ان کو حضرت عشق سے ان کو مخدوم منعم پاک سے۔تیسری نسبت شاہ قمر الدین حسین قدس سرہ کو حکیم شاہ فرحت اللہ چھپروی کریم چکی قدس سرہ سے،ان کو حضرت حسن علی قدس سرہ سے، ان کو حضرت منعم پاک قدس سرہ سے۔بس یہی تین بزرگ حضرت منعم پاک قدس سرہ کے خلفا میں بہت ممتاز تھے جن کا سلسلہ ابتک جاری ہے۔دیگر خلفا کا سلسلہ مندرس ہے۔حضرت شاہ فخر الدین قدس سرہ میں ان تینوں خلفائے حضرت منعم پاک قدس سرہ کی مساوی نسبت موجود ہے اسلئے سجادگی کی پوری اہلیت آپ میں موجود تھی۔پس اس لئے ان کا حضرت مخدوم منعم پاک قدس سرہ کا سجادہ نشیں ہونا حق بجانب ہوا۔

حضرت سید شاہ مبارک حسین منعمی قدس سرہ کو حضرت سید شاہ تجمل حسین رائے پوری نے بھی جملہ حقوق سجادگی تفویض فرمادیئے تھے اور اس طرح آپ کی ذات پاک میں حضرت سید شاہ

عبدالمنان قادری دہلوی ثم عظیم آبادی، حضرت مخدوم شاہ محمد منعم پاک اور اعلیٰ حضرت سید شاہ قمرالدین حسین منعمی قدس سرہم کی سجادگی مجتمع ہوگئی تھی۔ آپ کے بعد تسلسل سجادگی بالترتیب اس طرح ہے:

حضرت سید شاہ مبارک حسین منعمی قدس سرہ

حضرت سید شاہ منیرالدین حسین منعمی قدس سرہ

حضرت سید شاہ عزیزالدین حسین منعمی قدس سرہ

حضرت سید شاہ رضی الدین حسین منعمی قدس سرہ

حضرت سید شاہ تقی الدین حسین منعمی قدس سرہ

حضرت سید شاہ محمد منظور منعمی قدس سرہ

حضرت سید شاہ سلیم الدین احمد منعمی قدس سرہ

بعدہٗ ایں خاکسار

جامع ملفوظ

حضرت عمدۃ المتوکلین الحاج سید شاہ عطا حسین فانی قمری داناپوری ثم گیاوی

(1232ھ---- 1311ھ)

'اسرار قمریہ' کے جامع حضرت سید شاہ عطا حسین فانی صاحب ملفوظات اسرار قمریہ اعلیٰ حضرت سید شاہ قمرالدین حسین قدس سرہ کے اپنے سگے بھانجے، تربیت یافتہ، شاگرد اور مجاز وخلیفہ خاص تھے۔ آپ کی ولادت اپنی نانی صاحبہ کے گھر، خانقاہ مغلپورہ (شان منان کی گڑھی) پٹنہ سیٹی میں 23 رمضان المبارک کو جمعرات کے روز افطار کے وقت ہوئی۔

اس موقع پر آپ کے نانا حضرت سید شاہ شمس الدین حسین داناپوری (م 1249ھ) نے قطعہ تاریخ ارشاد فرمایا:

طفل نیکو سیر عطا حسین	بہ زمان سعید گشت ظہور
بیست و سہ بود از مہ رمضان	بو دیوم الخمیس وقت فطور
سال تولید صاحب اقبال	چونکہ شد گفتش بدل منظور
شد ندا بر ضمیر شمس الدین	بے نظیر اولیا بود ایں پور
	1232ھ

آپ کی شیرخوارگی اور رضاعت اور بچپن کی مدت اپنی نانی کے گھر میں ہی گذری اور وہ بھی اس طرح کہ اعلیٰ حضرت کے صاحبزادے حضرت سید شاہ مبارک حسین جو صرف دس ماہ آپ سے بڑے تھے، ان کا جوٹھا دودھ بھی آپ کو پینا نصیب ہوا۔ اعلیٰ حضرت کی اہلیہ یعنی آپ کی ممانی صاحبہ آپ کی رضائی ماں بھی تھیں اور اسی لئے اعلیٰ حضرت کبھی کبھی فرماتے۔

''در بستر استراحت من ہر دو می غلطیدند''

ماموں زاد اور رضائی بھائی حضرت سید شاہ مبارک حسین اور آپ میں شروع سے ہی اس قدر محبت تھی کہ جب تک اس کی وضاحت نہ کی گئی آپ یہی سمجھتے رہے کہ ہم دونوں جڑواں بھائی ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت شاہ مبارک حسین کی عمر سال بھر ہوئی تھی تو کہ ان کی والدہ کا انتقال ہوگیا اور ان کی پرورش بھی ان کی پھوپھی (والدہ حضرت شاہ عطا حسین) نے

اپنے بیٹے کی طرح فرمائی۔

بچپن میں آپ کی صحت اچھی نہیں رہتی تھی اور آپ اکثر علیل رہا کرتے تھے اس لیے زیادہ وقت اپنے بزرگوں کی گود میں ہی گذرتا تھا۔ آپ اپنے نانا حضرت سید شاہ شمس الدین حسین کے بے حد چہیتے تھے اسی لئے ابتدائی تعلیم بھی انہیں کی آغوش میں ہوئی اور ان کے اوراد و اشغال میں آپ کی دلچسپی بھی آغاز شعور سے ہی قائم ہوگئی۔ جب عمر 8 سال کی ہو رہی تھی تو نانی صاحبہ چل بسیں اور 1240ھ میں آپ اپنے نانا کے ساتھ دادیہال، شاہ ٹولی داناپور منتقل ہوگئے۔

آپ کے والد ماجد حضرت سید شاہ سلطان احمد داناپوری، حضرت مخدوم شاہ حسن علی منعمی کے مرید و خلیفہ تھے اور عدالت منصفی، چھپرہ، بہار میں بعہدہ ناظر خدمات انجام دے رہے تھے۔ داناپور آئے سال بھر بیتنے والے تھے کہ 1241ھ میں آپ کے والد ماجد کو چھپرہ میں کسی نے عداوت سے کھانے میں زہر ڈال دیا اور اس پر مزید یہ کہ آم کا میٹھا مربہ جس میں آم کے اندر بھی مسالے کے بجائے زہر بھرا تھا کھلا دیا، جس کے نتیجے میں آپ جان بر نہ ہو سکے اور وہیں جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ کی نعش داناپور شاہ ٹولی لائی گئی اور تدفین اپنے آبائی قبرستان میں ہوئی۔ 9 سال کی مختصر سی عمر میں دل دہلا دینے والا یہ حادثہ آپ کو داغ یتیمی بھی دے گیا۔ دادا جان حضرت سید شاہ غلام حسین داناپوری قدس سرہ نے آپ کو اپنے آغوش شفقت میں سما کر احساس یتیمی سے محفوظ رکھا اور تعلیم و تربیت کا بطور خاص خیال رکھا۔ بڑے چچا مولانا سید شاہ وحید الدین داناپوری نے چاہا کہ گھر سے باہر تعلیم حاصل کریں تو ان کے مشورے پر چندے باہر بھی مشغول رہے پھر چھوٹے چچا حضرت حکیم سید شاہ مراد علی نے بڑی محبت کے ساتھ آپ کے تعلیمی سلسلے کو آگے بڑھایا۔ چار سال گذرے تھے کہ بے پناہ محبت کرنے والے نانا جان بھی چل بسے اور آپ اپنی منتہی کتابوں کے درس کے لئے دیگھا پٹنہ میں مقیم حضرت مولانا عزیز الدین حیدر لکھنوی کے آگے زانوئے تلمذ تہ کرنے لگے اور فن طب کی تعلیم کے لئے حکیم محمدی صاحب دسنوی

سے باضابطہ استفادہ کر کے تکمیل فرمانے لگے تو اسی درمیان جب کہ آپ کی عمر 16 سال ہوئی تو آپ نے اپنے دادا محترم حضرت سید شاہ غلام حسین منعمی داناپوری کے دست حق پرست پر سلسلہ چشتیہ خضریہ منعمیہ میں بیعت حاصل کر لی اور اس طرح باضابطہ علم طریقت کا باب بھی کھل گیا۔ استاذ محترم مولانا حیدر لکھنوی سے اپنی بیعت کا تذکرہ کیا تو انہوں نے بڑی سنجیدگی سے یہ مشورہ عنایت فرمایا:

"عزیز من! تمہاری طبیعت سلوک و تصوف سے بہت مناسبت رکھتی ہے قرینہ ہے کہ تم اس راہ میں خاطر خواہ ترقی کرو گے لیکن یہ وقت اس کے حاصل کرنے کا ہے۔ ان دنوں تمہارے ماموں سید شاہ قمرالدین حسین قطب وقت اور مغتنم زمانہ ہیں۔ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر فیضان حاصل کرو"

یہ وہ دور تھا کہ آپ کے خاندان میں جملہ اعمام و اخوان اعلیٰ حضرت کی فیض بار صحبت سے مستفیض ہو رہے تھے۔ آپ کے دونوں چچا حضرت سید شاہ فریدالدین داناپوری اور حکیم سید شاہ مراد علی داناپوری اعلیٰ حضرت سے مستفید ہو رہے تھے اور آپ کے تینوں پھوپھی زاد بھائی حضرت شاہ محمد قاسم داناپوری اور حضرت شاہ محمد واجد داناپوری اور شاہ محمد سجاد داناپوری اعلیٰ حضرت کے زیر تربیت تھے۔ آپ کے اپنے بڑے بھائی حضرت شاہ علی حسین بھی اعلیٰ حضرت کے پیش خدمت زانوے ادب تہ کر رہے تھے لہٰذا استاد نے آپکے دل کی بات کہ دی تھی۔ کمال اعتقاد اور غایت ذوق شوق کے ساتھ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر تربیت و ارشاد کی درخواست پیش کی۔ اعلیٰ حضرت کی نگاہ قسمت ساز نے آپکو بخوشی قبول فرمایا اور پھر تعلیم و تربیت کا باضابطہ آغاز ہوا۔ اس مدت کی بہترین گواہ اسرار قمریہ ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اس چابکدستی سے آپ کی تربیت فرمائی کہ حسن خلق اور خشیت الٰہی کا کوئی گوشہ ایسا نہ چھوڑا جہاں تک آپ کی بحسن و خوبی رہبری نہ فرمائی ہو۔ شبانہ روز کی محنت اور شوق کا نتیجہ یہ نکلا

کہ آپ بہت جلد کلاہ چہار ترکی سے نوازے گئے اور مجاز وخلیفہ خاص ہونے کا شرف حاصل ہوا مثنوی گنجینۂ اولیا میں حضرت فانی خود فرماتے ہیں:

اسی در کا مسکین فانی غلام — ہوا کام ان کے بدولت تمام
ہوا ہیگا جس دن سے ان کا غلام — از امروز پیدا ہے فانی کا نام
از آنروز لیا ان کا کرتا ہوں نام — وظیفہ ہے میرا یہی صبح و شام
ہے مجھ کو یقیں بلکہ عین الیقین — کھلا سرّ بدولت شہ قمر دین
یہ آنکھیں کھلائیں ہوئیں آپ کی — یہ نسبت ملی ہے مجھے آپ کی
قرابت میں گرچہ مرے خال تھے — پدر تھے وہ قلبی ولے خال تھے
پدر بھی رضائی تھے میرے وہ خال — ہے ان کی بدولت مرا یہ کمال
ہے اظہر من الشمس ان کا کمال — نمایاں ہے تربت پہ جاہ و جلال

آپ نے اپنی روحانی کیفیات ونغمات اور معمولات جو کسبی اور وہبی حاصل ونصیب ہوئیں انہیں اپنی تالیف دقیقۃ السالکین (قلمی) میں جمع فرمادیا ہے۔ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"تعلیم وتربیت باطنی بعالم جسمانی سوائے خال محترم حضرت سید شاہ قمرالدین حسین کے اور کسی بزرگ سے نہیں ہوئی البتہ فیضان روحانی و تعلیم عقدہائے اسرار معانی بہت سے بزرگوں سے حاصل ہوئی۔"

اعلیٰ حضرت کی صحبت میں آپ کی شخصیت کا نکھار اور کیفیت کا کمال دیکھ دیکھ کر دادا اور پیر دستگیر حضرت سید شاہ غلام حسین منعمی داناپوری بے حد خوش ہوتے اور خوب خوب دعائے کمال وفراغ فرماتے۔جب 1254ھ کے آغاز سے ہی دادا حضور کی علالت زور پکڑ گئی تو 7 رمحرم الحرام 1254ھ کو دادا حضور نے اپنے اہل وعیال کے روبرو آپ کو اپنا خلیفہ ومجاز بنادیا اور کلاہ متبرک آپ کے سر پر پہنادی۔تمام سلاسل کی اجازت اور تبرکات خاندانی کو آپ کو بخش دیے۔آپ نے چچازاد بھائی سید شاہ کاظم حسین داناپوری (ابن حضرت حکیم شاہ مراد علی داناپوری) کو ہاتھ پکڑ

کر آپ کے سامنے پیش فرمایا اور ان کی بیعت قبول فرمانے کی درخواست پیش کی تو دادا حضور نے ان کی بیعت اس طرح قبول فرمائی کہ تلقین کے لیے آپ ہی کو حکم فرمایا اور آپ کی درخواست پر انہیں بھی خلافت کا شرف بخش دیا۔ اس موقع پر دادا حضور نے اپنے ایک اور پوتے سید شاہ فدا حسین (ابن سید شاہ فرید الدین احمد داناپوری) کے سر پر بھی ایک کلاہ پہنائی اور آبائی سلاسل کی اجازت سے نوازا اور اپنے صاحبزادوں یعنی حضرت مولانا سید شاہ وحید الدین احمد داناپوری اور حضرت سید شاہ مراد علی داناپوری کو اجازت عطا فرمائی۔ 21/محرم الحرام 1204ھ کو دادا حضور کے وصال کے بعد اسی سال ربیع الاول 1204ھ میں آپ کا نکاح حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری کی اولاد میں سید شاہ امیر علی فردوسی بہاری کی صاحبزادی سے ہوا اور اسی سال رمضان المبارک میں اعلیٰ حضرت نے بھی آپ کو اجازت وخلافت وکلاہ چہارترکی سے نوازا اور خوب خوب سرفراز فرمایا۔

دادا حضور کی وفات اور بدلتے حالات نیز اہل وعیال کی ذمہ داریوں نے آپ کو جب فکر معاش میں مبتلا کیا تو اعلیٰ حضرت کی اجازت سے غازی پور کا سفر اختیار فرمایا۔ غازی پور پہنچ کر آپ کوتوال شہر مقرر ہوئے۔ اس دوران یہاں کے علماء ومشائخ سے بھی قریبی تعلقات رہے اور طالبان طریقت بھی آپ سے مستفید ہوتے رہے۔ بحیثیت کوتوال شہر بھی آپ کے ذمہ دار حسن معاملہ نے سب کو آپ کا گرویدہ بنالیا۔ تھوڑا عرصہ ہی گذرا تھا کہ 20 شعبان 1255ھ کو اپنے مرشد گرامی خال اقدس اور محبوب رہبر ورہنما اعلیٰ حضرت کے وصال فرمانے کی اطلاع ملی تو حضرت امیر خسرو کی طرح تڑپ اٹھے اور استعفیٰ دے کر فوراً عظیم آباد چلے آئے۔

پیر ومرشد اعلیٰ حضرت کے مزار مبارک پر حاضر ہو کر گونہ سکون ہوا لیکن ہجر مرشد کا احساس کسی جگہ قرار نہیں پکڑنے دیتا۔ چنانچہ چند سال اسی بے قراری میں تمام ہوئے پھر 1260ھ میں بلا اسباب سفر حرمین شریفین کی زیارت وحج کا قصد فرمایا اور تنہا پاپیادہ نکل کھڑے ہوئے۔ ہندوستان کے مختلف اولیاء اللہ کے مزارات مبارکہ پر حاضری دیتے ہوئے معاصر مشائخ

وعلماء سے ملاقاتیں کرتے ہوئے حج بیت اللہ سے سرفراز ہوئے۔ اس سفر میں جن علماء ومشائخ و پیران طریقت سے آپ کی ملاقاتیں ہوئیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شمال مغربی ہندوستان اور حجاز کی شاید ہی کوئی ایسی مشہور روحانی شخصیت ہوگی جس سے آپ کی ملاقت نہ ہوئی ہو۔ اس سے آپ کے مشاہدات وتجربات کی دنیا وسیع سے وسیع تر ہوتی گئی اوراس سفر سے کثیر تعداد میں نہ صرف عوام بلکہ خواص کو بھی آپ کے ذریعہ فیضان قمریہ منعمیہ ابوالعلائیہ سے مستفیض ہونے کا موقعہ ملا۔ اسی لئے آپ کے مسترشدین وخلفاء میں مختلف دیار وامصار کی شخصیتیں نظر آتی ہیں۔ آپ نے اپنے سفر کی روداد کو'دید مغرب ہدایۃ المسافرین' میں تفصیل سے قلمبند فرمایا۔ وائے بدنصیبی کہ آپ کے سفرنامے کے صرف چند اجزاء باقی رہ گئے ہیں۔ اگر یہ مکمل سفرنامہ موجود ہوتا تو اس سے اس زمانے کی علمی، روحانی، سماجی، معاشی اور سیاسی تاریخ کو مرتب کرنے میں بڑی مدد ملتی۔ یہ سفرنامہ اپنی قدامت کے لحاظ سے اردو کے قدیم ترین اور بہار میں اولین سفرنامے کی حیثیت رکھتا ہے۔

سفر حج میں متعدد اولوالعزم بشارتوں اور سعادتوں سے ہمکنار ہوئے ان میں بہار کے علاقہ گیا کی قطبیت بھی عطا ہوئی چنانچہ واپس آکر گیا تشریف لے گئے۔ اس درمیان سورج گڑھا ضلع مونگیر کے رئیس وزمیندار مولوی سید اشرف حسین صدرالصدور بھی بڑی عقیدت کے ساتھ آپ کے مرید ہو چکے تھے۔ انہوں نے اپنا مکان، جہاں آج آپ کی خانقاہ وآستانہ و اخلاف جانشینوں کی رہائش ہے، آپ کی نذر کردیا اور آپ باشارہ روحانی وہیں سجادہ رشدو ہدایت بچھا کر قیام پذیر ہو گئے۔

گیا میں آپ کے باضابطہ قیام ومصروف رشدوہدایت ہونے کا شہرہ سن کر علم طریقت کے طالبوں کا بڑا حلقہ آپ کے گرد سمٹ آیا اور ایک زمانہ آپ سے فیضیاب ہوا۔ آپ کے خلفاء کاملین میں مندرجہ ذیل نامور شخصیتیں گذری ہیں:

مولانا سید عبدالفتاح، شریف الدین المشتہر میر اشرف علی حسینی (سورت گلشن آباد)، خواجہ غلام

غوث، (آگرہ)، حکیم حاجی محمد بخش (خیر آباد)، حاجی حافظ مولوی ابوسعید (امیٹھی)، مولانا سید محمد ابن سید عبدالرحمٰن مغربی الغلالی شیخ الدلائل (مدینہ منورہ)، میر سید عبداللہ حسینی المخاطب پیر خضر شعار (گلشن آباد)، سید محمد امین الدین (موضع نیپتی، علاقہ نگر) شیخ عبدالرحمٰن (دیار مشرق)، محمد سعید آریگر الملقب سعید الدین سرمست و المخاطب عطاودست (بمبئی)، شیخ محمد یوسف (بھروچ) محمد اسمٰعیل الملقب بدار دل (آگرہ)، خواجہ محمد صدرلدین (مرادآباد)، حافظ محمد حسین (بلّور)، منشی محمد اسمٰعیل (شاہ جہاں آباد)، شاہ امام خاں، حکیم سید مظہر احمدی ابن غلام حسن (بیتھو شریف، گیا) مولوی سید رضی الدین حسن (بیتھو شریف گیا)، سید شاہ ابوالحسن (گیا)، شاہ امیر علی المخاطب نصیر الدین (سرس، اورنگ آباد)، سید امیر الدین (بیتھو شریف، گیا)، مولوی فیض اللہ الملقب مولوی معین الدین المخاطب فیض بخش (بہار شریف)، شیخ فقیر محمد (ملّہ مکرمہ)، حکیم مرزا وارث علی بیگ (داناپور)، نظام الدین شاہ اکبرآبادی (آگرہ)، مولوی سید فیروز علی المشتہر سید ندر حسین بردوانی (بردوان میں آپ کی خانقاہ میں فیضان جاری ہے)، مولوی سید شاہ علی رضا (بیتھو شریف)، قاضی سید شاہ مظاہر امام (خانقاہ مظاہریہ، آبگلہ کے ذریعہ فیضان عطا جاری ہے)۔

وہ حضرات جنہوں نے تعلیم و فیوض طلب کیا اور نوازے گئے اور معمور کیفیت اور صاحب نسبت ہوئے: سید شاہ لطیف احمد (بڑہریا، سیوان) سید شاہ علی جان (بہار شریف)، شاہ فدا علی المشتہر لطافت علی عدمؔ (بہار شریف)، شاہ محمد یعقوب (بہار شریف) سید نبی حسین، خواجہ شمس الدین، (آگرہ)، اخوند غلام رسول خان قندھاری (دہلی، بہادر شاہ ظفر نے آپ کو مجزرقم خاں کا خطاب دیا تھا) سید مظہر علی (بہار شریف)، شیخ محمد صدیق (مدینہ منورہ)، سید شہاب الدین (دہلی)، سید حسین (بمبئی)، سید لعل (بمبئی)، سید فضل الدین (کھمکر)، سید غضنفر علی الملقب مظفر الدین (گلشن آباد)، شیخ عبد الطیف (گلشن آباد)، حافظ محمد حسین رامپوری (جاورہ) حافظ فرحت (جاورہ)، میر امام علی الہ آبادی (الہ آباد)، مولوی فرحت علی (بنگال)، مولوی محمد نیاز بنگالی (بنگال) مولوی ریاض علی (دربھنگہ) شیخ الفت حسین (بہار شریف)، شیخ محب علی

المخاطب محب اللہ (بہار شریف)، شیخ بہادر علی الملقب مصلح الدین (شکرانوں، بہار شریف) خادم حسین خاں (ناجیو ترہت) منشی سید حسین بخش وکیل (گیا) مولوی سید اشرف حسین صدر الصدور (گیا)، نظر ابراہیم علی (گیا) سید راحت حسنین (بیتھو شریف) سید نسم الدین (بیتھوشریف)، شیخ بدرالدین اورنگ آبادی (اورنگ آباد) شیخ خیرات علی (اورنگ آباد)، حافظ منیر الدین (اورنگ آباد)، حافظ ابو تراب (اورنگ آباد) مولوی حافظ سید عبد الرسول کشمیری (کشمیر) مولوی سید اولاد علی کاہش (جونپور)، خواجہ محمد حسن (گیا) مولوی عبداللہ (سولرہ)، میر ہدایت حسین، سید گلشن علی، میر صاحب علی مختار کار، شیخ ہادی حسین، سید محمد کاظم مختار، منشی امداد علی (چک جگمل)، مولوی ولایت حسین، سید شجاعت علی، سید کمال علی، مولوی عطاولایتی، شیخ عنایت علی، شیخ حمایت حسین، شیخ بشارت حسین، شیخ مہرالدین حسین، سید امام (آبگلہ) سید اصغر امام (آبگلہ) وغیرہ

آپ کے اولاد و احفاد اور اعزا میں مندرجہ ذیل عزیزوں کو بھی آپ سے تربیت و استرشاد اور بیعت و خلافت کا شرف حاصل تھا: 1. حضرت سید شاہ قطب الدین منعمی (صاحبزادہ) 2. حضرت مولانا سید شاہ ظہور الدین منعمی (داماد) 3. حضرت سید شاہ نظام الدین منعمی (پوتے اور جانشیں) 4. حضرت سید شاہ نورالدین منعمی (نواسہ) 5. حضرت شاہ محمد اکبر داناپوری (برادرزادہ)

آپ کثیر التصانیف و مہم التصانیف بزرگ گذرے ہیں۔ آپ کی تصانیف میں سے جو مطبوعہ یا قلمی دستیاب ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

1. کنز الانساب، مطبوعہ مطبع حیدری صفدری، بمبئی ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء

2. مثنوی سرحق، مطبوعہ مطبع نولکشور، لکھنؤ ۱۲۹۲ھ

3. کیفیت العارفین نسبت العاشقین، مطبوعہ مطبوعہ مطبع منعمی، گیا ۱۳۵۱ھ

ان تین کتابوں کے علاوہ ذیل کی دیگر کتابیں غیر مطبوعہ ہیں۔

4. وقیقہ السالکین، 5. دوازدہ مجلس رسول جمیل، 6. تذکرۂ صدیقیہ، 7. تذکرۂ فاروقیہ، 8. تذکرہ

عثمانیہ، 9.مولود علی، 10.تذکرہ امامین (معروف بہ مولود حسن و مولود حسین علیہما السلام)، 11.تذکرۃ الشہادتین، 12.مولود شرفی، 13.اسرار قمریہ، 14.معمولات اشرف، 15.لطافت النکات، 16.لطافت السماع، 17.مثنوی سرّ عطا، 18.مثنوی گنجینہ اولیا، 19.مثنوی فسانہ دل پذیر 20.مجموعہ خطب، تمام سال دو جلدیں (دوسری جلد غائب ہوگئی)، 21.مظہر اسرارات معمولات ورد و وظائف، 22.کتاب احوال واقعات سفر حج 'دید مغرب المعروف بہ ہدایت المسافرین' (اس کے تین حصے تھے۔ پہلا حصہ سیر ہند، دوسرا حصہ زائر عرب، تیسرا حصہ مراجعت۔ پہلے حصے کا کچھ جز و موجود ہے۔ باقی حصوں کا پتہ نہیں۔)

آپ کی جن تصانیف کے نسخے نہیں ملتے ہیں وہ اس طرح ہیں:

1.حقیقۃ العارفین، 2.مولود نبی کریم منظوم، 3.بہار نسیم منظوم، 4.تذکرۂ سیدۃ النساء العالمین رضی اللہ عنہا، 5.مولود قادریہ، 6.شہود چشتیہ، 7.انوار قطبیہ، 8.لمعات فریدیہ، 9.فیض نظامیہ، 10.اسرار نقشبندیہ، 11.اقوال المنعمیہ، 12.کلمات الواصلین، 13.ارشاد قمریہ

آپ نے 17 رشوال المکرم 1311ھ کو منگل کے روز 79 سال کی عمر میں اپنی خانقاہ رام ساگر گیا میں وصال فرمایا اور وہیں آسودہ ہوئے۔ آج بھی آپ کا مزار مبارک اپنی خانقاہ میں مرجع خلائق اور دافع بلیات ہے۔

آپ کے بعد سجادہ نشینی کا تسلسل اس طرح قائم ہے۔

حضرت سید شاہ نظام الدین ساقی منعمی گیاوی	سجادہ اول
حضرت سید شاہ حسین الدین احمد صافی منعمی گیاوی	سجادہ دوئم
حضرت سید شاہ حسام الدین احمد منعمی گیاوی	سجادہ سوئم
حضرت سید شاہ غلام مصطفی احمد منعمی گیاوی	سجادہ چہارم
اخی العزیز سید شاہ صباح الدین احمد منعمی سلمہ	موجودہ سجادہ پنجم

اسرارِ قمریہ

(ترجمہ)

بسم اللّٰہ العلی الاعلیٰ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

ساری تعریفوں کا سزاوار وہی اللہ ہے جو بہترین خالق ہے اور جس نے پانی اور مٹی سے انسان کی تخلیق فرمائی اور اسے یہ بشارت بھی دی انسان میرا راز ہے اور میں اس کا رازدار۔ اسے خلیفہ بنایا، تمام اسرار اسے سکھائے۔ صلوٰۃ وسلام ہو تمام اولین وآخرین کے سردار محمد مصطفیٰ ﷺ پر جو تمام رسولوں کے امام اور تمام نبیوں کے خاتم ہیں اور جن کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے آپ کو سارے جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے، اور ان کے آل شریف و بزرگ پاکیزہ ائمہ اہلبیت پر اور بزرگ صحابہ وخلفائے راشدین اور تمام صحابہ اور تمام تابعین اور امت کے تمام اولیا پر جو اسرار کا خزانہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں عارفین میں سے بنایا ہے اور ان کی تخلیق ہی قیامت تک کے ایمان والوں کی ہدایت کے واسطے ہوئی ہے۔ ان سب پر خوب خوب سلام ہو۔

امابعد فقیر حقیر ہیچمدان درویشوں کے قدموں تلے کی خاک خادم الفقراء آفاق سیّد عطا حسین المبشر عبدالرزاق قطبی الچشتی ابوالعلائی القمری عفی اللہ عنہ ابن حضرت سیّد السالکین میر سید سلطان احمد ابوالعلائی المنعمی الحسنی قدس اللہ تعالیٰ سرہ و نور اللہ مرقدہ عرض کرتا ہے کہ ایک روز حضرت شاہ بڈھن رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف مجمع السلوک والفوائد [1] کے مطالعہ کے وقت، جو رسالہ مکیہ [2] کی ایسی شرح ہے جسے انہوں نے اپنے پیر دستگیر حضرت قطب زمان شیخ محمد قطب المعروف مخدوم شاہ

مینا لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان فیض ترجمان سے سن کر جمع کیا ہے، یہ حکایت دیکھی کہ حضرت شیخ الاسلام مخدوم العالم سلطان المشائخ سید نظام الدین اولیا محبوب الٰہی بداونی قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے حضرت شیخ الاسلام والمسلمین امام الزاہدین مخدوم شیخ فریدالدین گنج شکر قدس اللہ تعالیٰ سرہ کے ملفوظ کو راحت القلوب[3] میں نقل کیا ہے کہ یہ مرید کے لیے بڑی سعادت کی بات ہے کہ جو کچھ پیر و مرشد سے سنے اور جو اس کی عقل میں سمائے اسے لکھ لے۔ کیوں کہ اسرار اولیا[4] میں آیا ہے کہ جب مرید اپنے پیر سے جو کچھ سنتا ہے اسے لکھ لیتا ہے تو اس کے قلم سے لکھے جانے والے ایک ایک حرف کے بدلے ثواب طاعت اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے اور مرنے کے بعد اس کی جگہ اعلیٰ علیین میں ہوگی۔ اسے پڑھنے کے بعد میرے دل میں یہ رغبت پیدا ہوئی کہ جو باتیں فیض سے معمور اپنے پیر و مرشد برحق سے سنتا ہوں اسے لکھنا چاہیے تاکہ طالبان خدائے تعالیٰ کو اس سے فائدہ نصیب ہو۔

واضح ہو کہ میں عمر تمیز سے لے کر جب تک حضرت قطب العصر سلطان العاشقین شمس العارفین قمر العارضین بدر السالکین پیر و مرشد برحق سید شاہ قمر الدین حسین ابوالعلائی الفرحتی البرکاتی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کی بابرکت صحبت میں حصول فیض وارشاد کرتا رہا اور جو کچھ کلمات آپ کے زبان فیض ترجمان اس راقم نے سنے، دنیا کی مشغولیتوں کی وجہ کر یادداشت کے طور پر متفرق اوراق میں لکھتا رہا۔ وہ سب جمع ہو کر ان صفحات میں پیش ہیں۔ چوں کہ اس کتاب میں حضرت پیر و مرشد کے ارشادات کے اسرار درج ہوئے ہیں اسی وجہ کر اس کتاب کو **اسرار قمریہ** کا نام دیا اور واقعات اور تذکرے کو الگ کرنے کے لیے اسرار کا لفظ استعمال کیا ہے اور جو کچھ اس حقیر نے اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے اسے فائدہ کے عنوان سے لکھ کر عقیدتمند، مریدان و مسترشدان کے نصیحت پسند کانوں تک پہنچا رہا ہوں اور دوستوں و مخصوص لوگوں کی نصیحت اختیار کرنے والی طبیعت پر واضح کرتا ہوں۔

اسرار: 1

ایک روز حضرت قطب العصر کی بافیض خدمت میں حاضری کا شرف ملا اور قدم بوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

قدیم بزرگوں کی کتابوں میں تم نے دیکھا ہوگا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ (بزرگوں کی) باتیں سننا اصل دولت ہے۔ یعنی بزرگوں کی ہدایت ونصیحت کا سننا دین ودنیا کی دولت کا ذریعہ ہے۔ اس لیے چاہیے کہ جو تم سے بڑے ہوں، ان کی نصیحتوں پر کان دھرو اور انہیں اپنی زندگی کا دستور العمل بنالو۔ یہ تمہارے لیے دونوں جہان کی ترقی کا باعث ہوگا۔

فائدہ:

اے بھائی! تمہارے سامنے اگر کسی دوسرے کو بھی کوئی نصیحت کی جائے تو اسے یاد کرلو شاید کہ کبھی تمہارے کام آجائے۔ کسی بات میں جو اچھا پہلو ہو اسے اپنالو اور جو بات بری معلوم ہو اسے دل سے نکال دو۔

اسرار : 2

ایک روز حضرت کی زیارت نصیب ہوئی تو اس طرح ارشاد فرمایا:
اگر کسی کو بظاہر ذلیل و حقیر دیکھو تو تم اسے بزرگوں کے اس فرمان کی روشنی میں حقیر و ذلیل مت سمجھو۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر
توچہ دانی کہ دریں گرد سواری باشد

(جو لوگ دنیا میں خاکساری پر عمل پیرا رہتے ہیں انہیں حقارت کی نگاہ سے مت دیکھو۔ تمہیں کیا پتا کہ اڑتی ہوئی دھول کے پیچھے کوئی گھڑسوار موجود ہو۔)

اگر کسی کو حقیر اور کمزور جانو گے تو نتیجتاً تمہارے دل میں عجز وانکسار کے بجائے غرور پیدا ہوگا، عاجزی رخصت ہو جائے گی اور غرور کا نتیجہ بدقسمتی و بدبختی ہے۔

فائدہ:

اس حقیر راقم تحریر کو حضرت مصلح الدین مخدوم شیخ سعدی شیرازی [5] رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ یاد آیا ؎

مرا پیر دانای مرشد شہاب
دو اندرز فرمود بر روی آب
یکی آنکہ برخویش خودبیں مباش
دگر آنکہ بر غیر بدبیں مباش

(میرے دانشمند پیر و مرشد (حضرت) شہاب (الدین سہروردیؒ) [6] نے ایک بار کشتی پر سفر کرتے ہوئے دو نصیحتیں فرمائیں۔ پہلی یہ کہ اپنی تعریف اور خود پسندی سے بچو، اور دوسری یہ کہ دوسرے کی برائی نہ سوچو)

اس کلام سے یہ حقیقت بخوبی واضح ہے کہ جو کوئی خود پسندی میں مبتلا نہیں ہوتا وہ دوسرے کے بارے میں بدگمان بھی نہیں ہوگا۔

اسرار : 3

ایک روز اس حقیر کو حضرت کی محفل فیض میں باریابی حاصل ہوئی تو کھانے کا وقت ہو چکا تھا۔ دستر خوان بچھ چکا تھا۔ کھانا لایا گیا۔ حضرت کے اشارے پر میں بھی کھانے میں شریک ہوا۔ حاضرین کے لئے روٹی اور قلیہ دستر خوان پر موجود تھا۔ سبھوں نے کھایا۔ پیر بھائی خواجہ محمد حسن خاں عرف خواجہ میر نجان [7] زاداللّٰہ عرفانہ بھی شریک دستر خوان ہو کر کھانا تناول کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے خادموں کو طلب کیا اور اپنے گھر سے اپنا کھانا بھی وہیں منگوالیا۔ وہ لوگ خواجہ صاحب موصوف کی خواہش کے مطابق ان کا کھانا لے آئے اور دستر خوان پر پیش کر دیا۔ ان کے گھر سے قسم قسم کے کھانے، پلاؤ، نان و قورمہ و کباب آیا ہوا تھا۔ حضرت قطب العصر سے ادب کی خاطر کھانے کی درخواست کرنے کی ہمت تو انہیں نہیں ہوئی کیوں کہ وہ خوب جانتے تھے کہ حضرت مال مشتبہ سے غایت پرہیز کی وجہ کر کسی کی دعوت قبول نہیں کرتے ہیں لیکن ہم تمام حاضرین کو انہوں نے از راہ محبت شریک کیا۔ حضرت ولی نعمتی سید شاہ مبارک حسین صاحب [8] ادام اللّٰہ تعالیٰ عرفانہ نے ان کی گذارش قبول فرمائی اور ان کھانوں کی جانب راغب ہوئے اور یہ حقیر حضرت کی اجازت کا

منتظر ہوکر کھانے کی جانب اپنے ہاتھوں کو بڑھانے سے رکا ہوا تھا کہ اچانک حضرت قطب العصر نے ارشاد فرمایا:

''فقیر کو مختلف غذا ایک ساتھ نہیں کھانی چاہیے۔ دو غذا ایک ساتھ کھانے سے دل میں انتشار پیدا ہوتا ہے اور اس کا اثر نفاق کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور محبت، خلق و اخلاق دل سے نکل جاتے ہیں۔ خود میرے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آیا تھا ایک روز حضرت پیرومرشد قطب العاشقین [9] (خواجہ سید شاہ ابوالبرکات) کے ساتھ میں اور بھائی سید فریدالدین احمد (داناپوری) [10] کھانے میں شریک تھے۔ اس وقت کھانے میں روٹی اور پلاؤ دونوں تھا۔ ہم نے دونوں چیزوں کے موجود ہونے کی وجہ کر دونوں کی طرف رغبت کی۔ جب تھوڑا سا کھانا باقی رہا تو حضرت نے فرمایا: ایک وقت میں دو الگ الگ چیزیں نہیں کھانی چاہئیں۔ طب کی رو سے بھی منع ہے بدمزگی پیدا ہوتی ہے اور بدمزگی کے پیدا ہونے سے قلب کا اطمینان پریشانی میں بدل جاتا ہے۔ اس روز سے میں بڑی احتیاط رکھتا ہوں اور آپ کو بھی یہی کرنا چاہیے۔''

فائدہ:

اس روز سے اس حقیر نے بھی کبھی دو قسم کی غذا ایک ساتھ نہیں کھائی اور اگر مجبوراً کبھی ایسا اتفاق ہو جاتا ہے تو میں صحت مند نہیں رہتا۔ سبحان اللہ بزرگوں کی باتیں کیا اثر رکھتی ہیں۔

اسرار : 4

اپنی کیفیت اور حضرت کا ارشاد:

اپنی جوانی سے میرے مزاج میں ظاہری تقویٰ کا بڑا زور رہا۔ چنانچہ جس کسی کو شریعت کے خلاف دیکھتا اسے اپنے سے بدتر سمجھتا یہاں تک کہ مجرا کیا مجلس سماع سے بھی بچتا اور بزرگوں کا لباس اختیار کر کے خرقہ پوش ہو گیا تھا۔ ایک روز داناپور سے عظیم آباد (پٹنہ) آیا اور مجھے آپ کی قدم بوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ کہیں ناچ کی تقریب تھی اور مجھے اس مجلس میں جاتے ہوئے شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔ دوستوں کے اصرار سے میں پریشان تھا اور اس لیے ایک کنارے جا بیٹھا۔ حضرت نے مجھے دیکھا تو میری حالت ان پر فوراً منکشف ہو گئی۔

ارشاد فرمایا: تمہارے دوست جہاں لے جانا چاہتے ہیں جاؤ اور وہاں ایک کنارے مراقب بیٹھ جاؤ۔ آخر آپ کی اجازت کے مطابق میں اس مجلس میں پہنچا اور اس منظر کو دیکھنے کے بجائے آنکھیں بند کئے ایک گوشہ میں مراقب ہو بیٹھا۔ پوری

رات گذر گئی دن چڑھ گیا مجھے کچھ پتہ نہ چلا کہ رات میں ناچ گانا کس طور پر ہوا۔

دوسرے روز حضرت نے نصیحت فرمائی کہ اے عزیز! خرقہ جو تم پہنتے ہو یہ کس کا لباس ہے؟

پھر فرمایا کہ جہاں تک میں جانتا ہوں کہ یہ لباس اکابر اور ولیوں کا ہے۔ پھر فرمانے لگے کہ وہ لوگ کن خوبیوں کے مالک تھے۔ اس حقیر نے عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ وہ بزرگان دین برائیوں سے متنفر اور اچھائیوں سے معمور تھے اور انہوں نے اپنے دل و جان راہ خدا میں فدا کر دیے تھے۔ اس کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا تم ان خوبیوں والے ہو گئے ہو کہ ان کا لباس پہنو؟ اس کو سن کر یہ حقیر لاجواب ہو گیا اور چپ رہنے کے علاوہ میرے پاس کوئی چارا نہ رہا۔ اس کے بعد حضرت نے حضرت خواجہ حافظ شیرازی[11] رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر پڑھا۔

حافظا می خور و رندی کن و خوش باش ولی
دام تزویر مکن چوں دگران قران را

(حافظ شراب پیو مستی کرو اور خوشی سے پھولے نہ سماؤ لیکن دوسرے اہل زمانہ کی طرح فریب کاری مت کرو۔)

پھر اس شعر کا معنی بیان فرمایا:

دگر (ایک خیالی پرندہ) آدمخور ہے۔ اس کے پروں پر ایسے نقش و نگار ہیں کہ دور سے دیکھنے والے کو بخط جلی قرآن شریف لکھا ہوا لگے (اس دھوکے میں) اگر کوئی قریب جائے تو جان سے ہاتھ دھو لے۔

اس لیے اے عزیز! تم بھی دگر کی طرح ہو گئے ہو۔ ابرار کی طرح لباس ظاہری رکھتے ہو۔ جو کوئی تمہیں دیکھے گا نیکوکاروں میں سمجھے گا اور جب تمہارے باطنی

احوال سے مطلع ہوگا تو تمہیں اپنی جان کا دشمن سمجھے گا۔ اے بھائی، تم سے بہتر وہ بے خبر شرابی ہیں کہ اپنے کاموں پر آہِ ندامت کھینچتے رہتے ہیں۔ بزرگوں کا لباس اور شیطانوں کا کام، اس سے برا عمل اس دنیا میں کوئی دوسرا نہیں۔ اپنے دماغ میں تقویٰ وصلاحیت کا غرور رکھتے ہو اور دوسرے جو تم سے بہتر ہیں انہیں ناقص سمجھتے ہو۔ چاہیے تو یہ تھا کہ بظاہر شراب خواروں کے جیسے دکھتے اور باطن کی صفائی میں دل وجان کا زور لگاتے، اور اپنی برائیوں کو اچھائیوں سے بدل لیتے، اور مولیٰ کی محبت اور طاعت میں سانس لیتے۔ پہلے کے بہت سے بزرگان کا حال یہ تھا کہ ان کا باطن آئینہ کی طرح صاف وشفاف تھا لیکن اپنے حال کو پوشیدہ رکھنے کے لیے رندانہ لباس اختیار کیے ہوئے تھے اور جو وضع قطع تم نے بنا رکھی ہے اسے دیکھ کر عارفین تمہیں (سلوک کی) راہ کا ڈاکو اور شکاریوں میں شمار کریں گے۔ کیونکہ یہی وہ قوم ہے جو لوگوں کی گردنیں مارتی ہے اور اپنے فائدے کے لیے شکار کو جال میں پھنساتی ہے۔

اے عزیز! جب تمہیں باطن کی صفائی حاصل ہوگئی تو پھر تمہیں اس کا اختیار ہوگیا کہ خود کو جبہ پوش بناؤ یا پھر لوگوں سے چھپے رہنے کو جبہ وعمامہ ترک کرکے رندانہ لباس اختیار کرو۔ جب تک کوئی صوفی صفت نہیں ہوتا اسے صوفیوں کا لباس پہننا حرام ہوگا اور اگر مجرا دیکھنے سے پرہیز کرو تو اچھا ہے کیوں کہ شریعت میں اس کی ممانعت آئی ہے، لیکن اتنا یاد رہے کہ ناچنے والوں سے خود کو بہتر نہ سمجھو ایسا اس لیے کہ تم معاملات ربانی کو کیا جانو۔ اگر تم اس محفل میں بیٹھے ہو تو صرف دنیا کو دکھانے کے لیے وہاں سے نہ ہٹو۔ قصد ونیت کرکے ناچ دیکھنا نہیں چاہیے اور رغبت وخواہش کے بغیر وہاں بیٹھنا نقصان دہ نہیں ہے۔ اور اگر کسی دوست کی جانب سے تمہاری پرہیزگاری کا امتحان لیا جا رہا ہو تو آنکھیں بند کرکے یا کھلی رکھ کر یادِ حق میں مشغول

ہونا چاہیے، چاہے یہ دیکھنے میں اچھا نہ لگے، اور قوالوں کا کلام سننا ہمارے مشرب میں ایسا ہے کہ اسی کے ذریعہ سے فقیری کے مراتب میں ترقی ہوتی ہے اور زمین کے اسرار کھلتے ہیں۔ حالانکہ سماع کے بارے میں سماع سننے اور نہ سننے والے صوفیہ اور علماء متکلمین میں اختلاف ہے اور ان میں سے ہر ایک اپنی دلیل پر مطمئن ہیں۔

پھر حضرت نے حضرت مخدوم مصلح الدین شیخ سعدی کے اس شعر پر اپنی گفتگو تمام فرمائی۔

بگویم سماع ای برادر که چیست

مگر مستمع را بدانم که کیست

(اے بھائی میں بتا تا کہ سماع کیا ہے لیکن میں جانتا ہوں سننے والا کون ہے۔)

للعاقل تکفی الاشارہ۔ (عقلمند کے لیے اشارہ کافی ہے۔)

فائدہ:

اے بھائی! اس روز سے جب تک کہ مجھے یہ دولت حاصل نہ ہوگئی حضرت کے فرمان کے مطابق وضع رکھی۔ اور اب جبکہ میں خود کو ناکارۂ زمانہ سمجھتا ہوں اس لیے کوئی وضع اختیار نہیں کرتا۔

اسرار : 5

ایک روز حضرت کی چوکھٹ چومنا اور خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کرنا نصیب ہوا تو حضرت کی زبان مبارک سے یہ ارشاد ہوا:

کچھ جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو کیوں پیدا کیا۔ کلام مجید میں آیا ہے: **وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون**[12] یعنی میں نے جن اور انسان کو صرف عبادت کے لیے بنایا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے: **اعملوا الَ داؤد شکرا و قلیل مِن عبادی الشکور**[13] یعنی اے داؤد کی اولاد شکر گزار بنو کیونکہ میرے شکر گذار بندے بہت کم ہیں۔ پتہ چلا کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت و شکر گذاری کے لیے پیدا ہوا ہے۔ جب تم اس کے بندے ہو گئے تو اسی کی عنایت سے مومنین کے گروہ میں بھی شامل ہو گئے۔ اور ایمان کی صفت کیا ہے، تو جاننا چاہیے **الایمان بین الخوف و الرجا**۔ یعنی ایمان اللہ تعالیٰ کے خوف اور اسی کی ذات سے امید کے درمیان ہے۔ اس کے قہر و جلال سے ڈرو اور اس نے جن چیزوں سے منع کیا ہے ان سے دور رہو، اور دل میں اس کی محبت رکھو اور محبت کے قبول ہونے کی امید سے خوش رہو۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ **الایمان بین الصّبر و الشُّکر** یعنی ایمان صبر و شکر کے درمیان ہے اگر اللہ تعالیٰ کی جانب سے تم پر مصیبت و امتحان آئے تو

اس کی مصلحت سمجھتے ہوئے اس پر صبر کرو اور خود کو ہر حال میں (اس کے اختیار کے آگے) مجبور جانو، یعنی اپنی حقیقت کو پہچانو۔ اور جب کبھی حق تعالیٰ بندوں پر اپنی نعمتیں عطا فرمائے اس کی شکر گذاری کرنی چاہیے۔ اچھی طرح سمجھ لو اللہ تعالیٰ کی شکر گذاری کیا ہے۔ جس کسی کو حق تعالیٰ کی جانب سے نعمتیں حاصل ہوں اس کے شکرانے میں اس کے بندوں پر احسان کرے۔ کلام مجید میں آیا ہے۔ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان[14] یعنی احسان کا بدلہ سوائے احسان کے اور کچھ نہیں۔ اور دوسری جگہ آیا ہے: اَحْسِنْ کَمَا اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیکَ[15] یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر جس طرح بھلائی کی ہو اسی طرح اس کے بندوں پر تم بھلائی کرو۔

جان لو کہ اس تعالیٰ کا زبانی شکر ادا کرنا صوفیوں کے مذہب کے خلاف ہے اور اس کے بندوں کے حق میں بھلائی کرنا عارفوں کی شکر گذاری ہے۔ لوگوں کے کانوں تک پہنچنے والی بات زبان کا معاملہ ہے اور وہ کام جو دل والوں کو نظر آئے وہ دلوں پر الہام ربانی کے جیسا ہے۔

حضرت مولانا جلال الدین رومی[16] قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں ؎

ما بروں را ننگریم وقال را

ما دروں را بنگریم و حال را

(میں ظاہر یعنی قال کو نہیں دیکھتا ہوں میں تو باطن یعنی حال کو دیکھتا ہوں۔)

فائدہ:

اے دوستو! ان باتوں پر خوب غور کرو اور قرآن مجید کی آیات کے معنی و مفہوم کو اچھی طرح سمجھو کہ اسی سے اس کا راز واضح ہوگا اور اس کی حقیقت صاف ہوگی۔ اور ہر ایک پر ہر اس بندے کا شکر ادا کرنا بھی واجب ہے جس نے اس پر احسان کیا ہو، چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ کا

شکرانہ۔وہ تو واجب ہی نہیں لازم بھی ہے۔ جو کوئی اپنے محسن کا شکرانہ ادا نہیں کرتا وہ بدنصیب اللہ تعالیٰ کا شکرانہ کیسے ادا کر سکے گا۔اے بھائی! جہاں تک ہو سکے دل وجان سے ان نعمتوں کو حاصل کرنے میں لگ جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کی شراب کا جام پیے جاؤ۔

اسرار : 6

ایک روز کھانے کے وقت حضرت قطب العصر کے سامنے دستر خوان بچھایا گیا ہم لوگ بھی کھانے میں شریک تھے اور برادر طریقت خواجہ سلطان جان صاحب [17] زاداللہ عرفانہ بھی اس وقت حاضر تھے۔ انہوں نے بھی اپنے گھر سے اپنا کھانا منگوایا۔ چنانچہ ان کی جانب سے ہر قسم کا کھانا آ گیا اور سب نے کھایا۔ حضرت قطب العصر کی زبان مبارک سے یہ باتیں برآمد ہوئیں کہ مرشد اعلیٰ حضرت مخدوم شاہ حسن علی ابوالعلائی المنعمی قدس اللہ سرہ ہمیشہ ایک ہی غذا کھاتے تھے۔ قلیہ اور خشکہ یا پھر دال اور خشکہ اور اگر کوئی (دوسری غذا کے لئے) عرض کرتا تو فرماتے فقیر کو دو قسم کا کھانا نہیں کھانا چاہیے۔

ایک روز حضرت مخدوم (شاہ حسن علی منعمی) [18] کی زبان پر یہ واقعہ آیا کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کعب الاحبار [19] سے پوچھا کہ اے کعب الاحبار! کیا تم نے مجھ میں منافقوں کی کوئی علامت دیکھی۔ حضرت کعب الاحبار نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین، آپ کبار صحابہ میں ہیں میں آپ میں اس کی علامت کیا بتاؤں۔ سوائے اس کے کہ ایک روز آپ کے دستر خوان پر دو قسم کا کھانا تھا۔ اس کے جواب میں حضرت امیر المومنین نے فرمایا۔ اے کعب الاحبار تم نے صحیح فرمایا۔ جس روز تم نے دیکھا تھا میرے

دستر خوان پر خادم مرغی کا انڈا رکھ گئے تھے میں نے اسے دو جگہ تقسیم کر دیا تھا۔ اس کی زردی اور سفیدی کو الگ الگ برتن میں رکھ دیا تھا تا کہ اگر سائل آئے تو ان میں سے ایک اسے دے سکوں اور دوسرے کو خود کھاؤں۔ کعب الاحبار نے فرمایا، اے امیر المومنین، حق تعالیٰ کے نزدیک ظاہری اعمال کی جزا اس کی صفائی باطن کی نیت کے مطابق ملے گی۔

حدیث شریف: انما الاعمال بالنیات [20] یعنی عمل اپنی نیت سے درست و صحیح ہوتا ہے۔ حضرت قطب العصر نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا: افسوس ہمارے حال پر، ہر قسم کی نعمتیں ہمارے دستر خوان پر موجود ہوتی ہیں۔

فائدہ:

معتبر لوگوں سے سننے میں آیا ہے کہ ایک روز حضرت امیر المومنین ابوالحسن علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجھہ اپنے گھر میں کھانا کھا رہے تھے اور کھانے میں روٹی، سرکہ اور نمک الگ الگ رکھا ہوا تھا۔ اسی وقت حضرت نبینا محمد ﷺ تشریف لے آئے اور فرمایا کہ، اے علی ایک وقت میں دو چیزوں کا مزہ نمک بھی اور سرکہ بھی۔ حضرت علی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نمک کو سرکہ میں ڈال ہی رہا تھا کہ دل میں آیا کہ اگر ابھی سائل آئے گا تو ندامت اٹھانی پڑے گی۔ اسی لئے روٹی کو نمک کے ساتھ کھا رہا ہوں اور سرکہ سائل کے واسطے رکھ چھوڑا ہے۔

اے بھائی! بزرگوں کا عمل دیکھو اور اپنے دل میں یقین پیدا کرو۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمہیں نیک توفیق عطا فرمائے۔

اسرار : 7

ایک روز حضرت قطب العصر کی خدمت میں حاضر تھا۔ مجھے حضرت نے کچھ نصیحت بھری باتیں فرمائیں:

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے خوش ہوتا ہے تو وہ بندہ دنیا و دین کی دولت سے مال مال ہوتا ہے۔ عقلمند اسے صاحب اقبال و عروج قرار دیتے ہیں۔ اور جب دل میں بخالت پید ہوتی ہے اور اس کے دماغ سے تکبر اور گھمنڈ کی مہک آنے لگتی ہے تو عقلمند اسے بدقسمتی کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔

جس روز اللہ تعالیٰ نے عاجزی اور تکبر کو مخلوقات پر ظاہر فرمایا تو عجز و انکسار، انسان کو بخشا اور غرور و تکبر جنات کو۔ حضرت انسان عاجزی کی وجہ سے مقام قرب میں پہنچے اور دوسروں کو بھی اس مقام تک پہنچاتے ہیں۔ شیطان غرور اور گھمنڈ کی وجہ سے فرشتوں میں رُسوا اور ذلیل ہوا اور ان کو بھی دونوں جہان میں روسیاہ کرایا جو اس کی راہ پر چلتے ہیں۔

آدم علیہ السلام کے سر پر عاجزی کی وجہ کر رسالت کی کلاہ پہنا دی اور ابلیس کی گردن میں غرور و تکبر کی وجہ کر طوق لعنت ڈال دیا۔ اے بھائی، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تکبر

کرنے والے اور بخیل کو اپنے دشمنوں میں شمار کرلیا ہے۔ بخالت اور سخاوت کے بارے میں حدیث نبوی آتی ہے: السخی حبیب اللّٰہ لو کان فاسقا البخیل عدو اللّٰہ لو کان زاھدا۔ یعنی سخاوت کرنے والا اللہ کا دوست ہے، چاہے فاسق کیوں نہ ہو۔ اور بخیل خدا کا دشمن ہے، چاہے زاہد و عابد ہو۔ جان لو کہ زاہد اپنے تکبر اور بخیلی کی وجہ سے حق تعالیٰ کے دشمنوں میں شمار ہوگا اور فاسق اپنے عجز و سخاوت کی بنیاد پر حق تعالیٰ کے دوستوں میں شامل ہوگا۔

اے بھائی، اللہ تعالیٰ نے تمہیں تخلیق کیا ہے اس کی دوستی میں خود کو لگانا چاہیے نہ کہ اس کی دشمنی میں۔ میری نصیحت مانو اور عجز و سخاوت کو اپنا شعار بناؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں اور دشمنوں میں فرق کو پہچانو اور حق تعالیٰ کے دشمنوں کی صحبت سے پرہیز کرو۔ یاد رکھو پیغمبروں کی ذمہ داری صرف حق بات کو پہنچا دینا ہے۔

فائدہ:

حضرت مخدوم مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللّٰہ علیہ کے اشعار بطور نصیحت نقل کرتا ہوں۔

ز خاک آفریدت خداوند پاک
پس ای بنده افتادگی کن چو خاک
حریص و جهان سوز و سرکش مباش
ز خاک آفریدت چو آتش مباش

(اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا فرمایا ہے چنانچہ تمہیں مٹی کی صفت سے ہمیشہ اپنے کو وابستہ رکھنا چاہیے۔ حرص و لالچ، جہاں سوزی و سرکشی میں مبتلا مت رہو۔ جب مٹی سے پیدا ہوئے ہو تو آگ کی طرح مت بنو۔)

اے بھائی، میں نے بہت سوچا اور اس نتیجے تک پہنچا کہ جس دل میں بغض و حسد، کینہ ونفاق، ظلم و کبراور بخل ہوگا اللہ تعالیٰ اسے اپنی دوستی میں قبول نہیں فرمائے گا۔ کیونکہ اس کے دل میں محبت الٰہی کی گنجائش ہی نہیں ہے اور محبت، صبر، شکر، سخاوت اور عدل تو اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں کی خاصیتیں ہیں ۔

سخاوت مس عیب را کیمیا است

سخاوت همه درد ها را دوا است

(جیسا اثر تانبے پر سونا بنانے والی کیمیا کا ہوتا ہے ویسا ہی برائی پر سخاوت کا، اور سخاوت ہر درد کی دوا ہے۔)

اسرار : 8

ایک رات عظیم آباد میں حضرت قطب العصر کے ساتھ میں کھانے میں شریک تھا۔ دستر خوان پر حضرت اور میرے لئے روٹی اور قلیہ تھا۔ اس وقت حضرت ولی نعمت (حضرت سید شاہ مبارک حسین) ادام اللّٰہ عرفانہ کے لئے طبیعت کے علیل ہونے کی وجہ کر دال اور خشکہ تھا۔ جب اس حقیر نے چند لقمے روٹی کے کھا لیے تو اس کے بعد حضرت ولی نعمت نے محبت کے سبب اس حقیر سے فرمایا کہ میرے ساتھ دال اور خشکہ بھی کھاؤ۔ میں نے جواباً دو غذا کے ایک وقت میں نہ کھانے کی وجہ کر معذرت کی، تو حضرت قطب العصر نے ارشاد فرمایا کہ:

ہمیشہ کے لئے میں نے منع نہیں کیا ہے۔ اے عزیز، ایک روز حضرت قطب العاشقین سید شاہ خواجہ ابوالبرکات ابوالعلائی قدس سرہ کے یہاں دعوت تھی۔ ہم بھی کھانے کے وقت موجود تھے۔ حضرت خواجہ کے بڑے صاحبزادے خواجہ ابوالخیر صاحب[21] علیہ الرحمۃ نے مجھ سے غایت محبت کی بنا پر خود اپنے ہاتھوں سے روٹی اور پلاؤ دونوں لا کر میرے سامنے رکھا۔ میں نے عرض کیا کہ ایک چیز کافی ہے۔ یہ سُن کر

(حضرت کے) صاحبزادے کو ملال ہوا۔ اسی درمیان حضرت پیرومرشد قطب العاشقین نے فرمایا کہ میں نے تمام عمر (کے ترک) کے لیے نہیں کہا ہے، کسی کی دعوت کو قبول کرنا لازم ہے۔ دوستوں کی دعوت میں دوطرح کی غذا کھانے سے حرج نہیں ہے۔ مجبوری کی بات الگ ہے لیکن اپنی خواہش سے نہیں کھانا چاہیے۔

اسی طرح حضرت قطب العصر نے مجھ سے بھی فرمایا:

اے بھائی، تم کو بھی دعوت میں دوطرح کا کھانا کھالینا منع نہیں ہے۔ دوستوں کا دل دکھانا نادانی ہے اور اپنے نفس کا تزکیہ سہل ہے۔ سوائے اس کے کہ اسے عادت نہ بنالے۔

فائدہ:

اس روز سے راقم ایسے لوگوں کی دعوت پر معذور ہوتا ہے جو اس بات سے واقف نہیں اور مجھے اس کے ظاہر کرنے میں فخر وغرور کے پیدا ہونے کا اندیشہ دکھائی دے۔ ورنہ اپنے گھر میں جو اس حال سے واقف ہیں ان عزیزوں کی دعوت میں دوطرح کا کھانا نہیں کھاتا۔

اسرار : 9

ایک روز یہ کمترین عقیدت مند حضرت قطب العصر کی خدمت میں حاضر تھا۔

ارشاد فرمایا کہ:

قدیم بزرگوں نے اس طرح فرمایا ہے کہ، بزرگی کی عمر یہ ہے کہ شیخ (پیر و مرشد) ساٹھ سال سے اوپر کا ہو چکا ہو تب جا کر اس کی نسبت لطیف ہوتی ہے۔ اور میری تحقیق اس بارے میں یہ ہے کہ سالک کی عمر جو بھی ہو، ۱۲۰ سال یا ۱۰۰ سال یا ۶۰ سال، اس کی کل عمر کا تین چوتھائی حصہ گذرنے کے بعد جب چوتھا حصہ باقی بچتا ہے تب اس میں بزرگی آتی ہے۔ کیوں کہ اس کی بچی ہوئی عمر میں خوراک گھٹتی جاتی ہے اور نسبت لطیف ہوتی جاتی ہے۔ اور مبتدی اس لطیف نسبت کی تاثیر کیا پائے اور بزرگی کی عمر بھی (راہ سلوک کے مراتب میں سے ہے کہ اپنی عمر کے آخری حصّے میں وہ سالک ہو جاتا ہے۔ ورنہ جس کی عمر ۶۰ سال سے کم ہوگی وہ بزرگی کے سن تک کیسے پہنچے گا؟ مجھ کو اسی طرح محقق ہوا ہے۔ اور بزرگی کی عمر میں اپنی نسبت لطیف سے سالکین کو اس کی صحبت کے ذریعہ ایسے فائدے ظاہر ہوتے ہیں جیسے کہ صاحب مزار سے فیض پہنچتا ہے۔

فائدہ:

جب کبھی بزرگی کے سن تک پہنچے ہوئے درویشوں کی صحبت نصیب ہوتو ان بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوکر آنکھیں کھولے ہوئے یا آنکھیں بندکر کے مراقب ہوکر فیض حاصل کرو۔ اسی طرح جس طرح کہ بزرگوں کے مزارات سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ اوراگر وہ شیخ رتبہ استغراق تک نہ پہنچا ہوتب بھی اس کی صحبت میں بیٹھنا چاہیے، تاکہ راہ سلوک کی تحقیقات تمہیں نصیب ہوجائیں۔

اسرار : 10

ایک روز قصبہ داناپور سے ایک ضرورت کے تحت عظیم آباد آیا اور حضرت قطب العصر کی قدم بوسی کی خاطر خدمت میں پہنچا۔ حالات اور خیریات پوچھنے کے بعد حضرت قطب العصر نے پوچھا کہ:

تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ انگوٹھی ہے۔ میرے دوستوں میں سے ایک شخص نے لکھنؤ سے عقیق پر مہر کرا کر بھیجا ہے۔ پھر فرمایا کہ دیکھنے میں بہت بہتر معلوم ہوتی ہے۔ اس کمترین نے انگوٹھی اپنے ہاتھ سے اتار کر حضرت قطب العصر کے حوالے فرما دی۔ حضرت نے اسے اچھی طرح معائنہ کرنے کے بعد فرمایا۔ اے بھائی، اس کا عقیق بھی خوش رنگ ہے اور اس پر کندہ بھی بہت اچھا ہے لیکن میں نہیں جانتا کہ اس انگوٹھی کا مصرف کیا ہے۔ اگر زینت کے لیے ہے تو فقیر پر تزئین حرام ہے۔ اور اگر قبالہ و وثیقہ وضمانت اور دوسرے کاغذات پر بطور گواہی ثبت کرنے کے لئے ہے، تو یہ بھی فقیر کے لیے ممنوع ہے۔ فقیر کو معاملات دنیاوی میں حاکموں کے آگے ضمانت وشہادت کے لیے نہیں جانا چاہیے۔ اور اگر ان سے بری ہے تو پھر بے فائدہ اپنے پاس اسے رکھنا کس کام کا؟ پھر ارشاد فرمایا۔

والد ماجد نے بھی میرے نام کی مہر بنوائی تھی اور میں بچپن میں اسے نمائش کے طور پر اپنے پاس رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ میں نے اسے بیکار سمجھ لیا اور دریا میں پھینک دیا پھر اس حقیر نے عرض کیا کہ حضور اب میں اس کا کیا کروں؟

حضرت نے فرمایا: اسے اپنے پاس سے دور کرو اور کبھی اپنے اوپر اسے روا نہیں رکھو۔ چنانچہ اس کمترین نے یہ سن کر مہر والے نگینے کو پتھر سے توڑ کر کنوئیں میں ڈال دیا، اور اس روز سے اسے کبھی اپنے لیے صحیح نہیں سمجھا۔

فائدہ:

فقیر کو چاہیے کہ نمائش اور دکھاوے سے خود کو کنارے رکھے۔ اور انسان کی طبیعت جس ظاہری نمائش و آرائش کا شوق رکھتی ہے اسے اپنے سے دور رکھے، اور یاد مولیٰ میں فنا ہو کر ذات مولیٰ کے ساتھ باقی ہو جائے، اور اس کا نام ونشان کچھ باقی نہ رہے۔ مثلاً یہ انگوٹھی و مہر وغیرہ جس کا ذکر کیا گیا بطور یادگار رکھ چھوڑنا اس کا کوئی فائدہ و حاصل عقبیٰ میں نہیں ہے۔ البتہ نیکی اور بھلائی اگر یادگار بن جائے تو یہ دونوں جہاں میں مفید ہوگی۔

اسرار : 11

ایک روز قصبہ داناپور سے حضرت قطب العصر کی قدم بوسی کے لیے عظیم آباد پہنچا۔ آداب حاضری بجالانے کے بعد زیارت کا شرف حاصل ہوا اس روز میرے پیروں میں کالا پاپوش تھا حضرت نے جب میرے پیر میں اسے دیکھا تو فرمایا کالا پاپوش تمہیں پسند ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کمترین اس قسم کا پاپوش بہت کم پہنتا ہے آج کوئی دوسرا پاپوش نہیں تھا اسی وجہ سے اسے پیروں میں ڈال لیا اگر ممنوع ہوگا تو پرہیز کروں گا۔ تو حضرت نے ارشاد فرمایا:

میں ایک روز سیاہ پاپوش پیروں میں ڈال کر حضرت قطب العاشقین (خواجہ ابوالبرکات) کے سامنے گیا تو حضرت نے بھی فرمایا کہ سیاہ پاپوش پیروں میں نہ ڈالو، کیوں کہ اکثر نصرانی کالے پاپوش پہنتے ہیں۔ اس روز سے میں نے اسے ترک کردیا۔ اسی لیے اے بھائی، اس طرح تم کو بھی نصیحت ہے کہ کالے پاپوش کبھی بھی اپنے پیروں میں نہ پہنو اور کالے کپڑے اور لباس سے بھی پرہیز رکھو۔ یہ نصرانیوں کا لباس اور رافضیوں کا کام ہے اور ان دونوں کے عمل سے اس حدیث کی روشنی میں احتیاط برتنی چاہیے: من تشبہ

بقوم فھو منھم ۔یعنی جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ اسی میں سے ہے۔اے عزیز ہری ٹوپی سر پر پہننا اور زرد پاپوش پیروں میں ڈالنا آیا ہے۔ چنانچہ میں نے حدیث میں دیکھا ہے کہ جو کوئی زرد پاپوش سات بار مسلسل استعمال میں رکھے اس پر جنت میں داخلہ واجب ہے۔اور ہرے رنگ کا پاپوش پیروں میں ڈالنا بھی ممنوع ہے۔اس لیے ان باتوں پر دھیان دو،اور جن چیزوں کا پہننا منع ہے اور اس سے بچو۔

فائدہ:

اے بھائی!اس روز سے میں یہ لحاظ رکھتا ہوں کہ کالا لباس نہ پہنوں اور ہری کلاہ اور زرد پاپوش اس فقیر کے استعمال میں ہے۔اے بھائی،اس سے یہ بات بالکل صاف ہو گئی کہ اچھے آدمی کو ظاہری و باطنی دونوں قسم کی سیاہی سے دور رہنا چاہیے۔

اسرار : 12

ایک روز یہ حقیر خدمت شریف میں حاضر تھا کہ اس طرح ارشاد فرمایا کہ:

دنیا میں مشہور ہے کہ فقیر نے مال جمع کیا، مسجد بنوائی، ایسا کہا، ویسا کیا۔ حالانکہ میں اس دنیا میں فقیر بہت کم پاتا ہوں۔ ہاں تین طرح کا گروہ ہے جو فقیر کے نام سے جانا جاتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ یا حضرت، یہ لوگ جو درویش کی حیثیت سے مشہور ہیں وہ فقیر نہیں ہیں؟

حضرت نے فرمایا: غور سے میری بات سنو۔ ایک گروہ ایسا ہے کہ اپنے وطن میں یا وطن کو چھوڑ کر کسی شہر یا دیار میں جا کر خود کو اللہ والوں کی حیثیت سے مشہور کیے ہوئے ہیں، اور خرقہ و عمامہ کے دھوکے کا جال پھینکے ہوئے ہیں، اور درویشی کے لباس میں دنیا حاصل کر رہے ہیں۔ لوگوں کو فریب دے کر مال جمع کر رہے ہیں۔ اس گروہ میں کچھ ایسے ہیں جو چلہ کشی بھی کرتے ہیں، کچھ تعویز بھی لکھتے ہیں اور کچھ نذور و فتوحاتِ دنیا کے لالچ میں پیری و مریدی کا شیوہ اختیار کیے ہوئے ہیں، اور شجرہ لکھ کر دیتے ہیں۔ غرضکہ ان سب سے ان کی

توقع مال ودولت کا استحصال ہے اور یہ لوگ یادخدا سے غافل ہیں، اور دکھاوے کے لیے تسبیح ہاتھ میں لیے رہتے ہیں، نوافل پڑھتے ہیں، اور اندر سے ان چیزوں کی طرف راغب رہتے ہیں جس سے منع کیا گیا۔ جب یہ اپنے وطن میں پہنچتے ہیں تو دنیاداروں کی طرح سارے کام بے ہچک انجام دیتے ہیں۔ اس موقع پر حضرت مولانا روم قدس سرہ کا کلام یاد آیا ؎

اے بسا ابلیس آدم روی هست

پس بهر دستی نباید داد دست

(بہت سے ابلیس آدمی کی شکل اختیار کیے ہوئے ہیں اس لیے ہر ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دینا چاہیے۔)

جان لو کہ اس طرح کے لوگوں کا وقت فکر دنیا میں بسر ہوتا ہے۔ اس لیے یہ گروہ جو فقیری سے پہچانا جاتا ہے فقیر نہیں۔ بلکہ انہیں 'فکیر' کہنا چاہیے۔

دوسرے گروہ والے بدن پر درویشی کا جبہ اور سر پر فقر کا عمامہ اور ہاتھ میں ہزار دانہ تسبیح لیے خود کو مست بادۂ الست ظاہر کرتے ہیں، اور تکیہ وخانقاہ ومسجد اور کنواں بنا کر خانقاہ میں مسند نشیں رہتے ہیں اور اپنی تکیہ وخانقاہ سے کسی جگہ حرکت نہیں کرتے اور عمل علوی کے ساتھ دعوت اسماء جیسے اعمال واشغال میں منہمک رہتے ہیں۔ آنے جانے والوں کا اہتمام مریدوں اور مقتدوں کے سپرد کر دیتے ہیں، اور ہمیشہ جھاڑ فانوس اور دسترخوان اور بزرگوں کے اعراس میں لگے رہتے ہیں۔ اپنی ان اچھائیوں کے اجر کی توقع رکھتے ہیں اور دنیا میں اپنی ناموری کے بھوکے ہوتے ہیں۔ اور اگر کسی عرس میں پہلے کے مقابلے کچھ کمی ہوگئی تو اسے اپنے نام ونمود کے لیے ہتک سمجھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اب لوگ اس بارے میں کیا کہیں گے کہ پارسال کچھ تھا اس سال کچھ ہوگیا۔

اس لیے اے بھائی، اس طائفہ کو 'مشائخ' اور 'فخیر' سمجھو، یعنی شیخی کرنے والے

اور فخر کرنے والے۔ انہیں فقیر اور شیخ نہ سمجھو کیوں کہ ان کے کام خدا کے توکل پر اور اللہ واسطے نہیں ہیں۔ یہ اپنے اوپر فخر میں مغرور ہیں اور اپنی فضول خرچی میں مفتخر اور خوش ہیں۔

یہ دونوں گروہ اچھے وقتوں کے مارے ہوئے ہیں۔ اور تیسرے گروہ والے اس دنیا میں نایاب ہیں۔ شاید کبھی کسی ظاہری سبب سے لوگوں سے میل جول کرتے ہیں دل سے ان کے ساتھ قربت نہیں رکھتے۔ ظاہر و باطن میں یاد خدا میں مشغول رہنا ان کا وطیرہ ہوتا ہے، اور ایک سانس بھی اس کی یاد سے غفلت نہیں برتتے۔ ان میں سے کچھ خود کو چھپانے کے لیے اپنا ظاہر دنیاداروں کی طرح رکھتے ہیں لیکن باطنی طور پر یہ دنیاداروں کی صحبت سے دور ہوتے ہیں، اور کسی چیز پر تکیہ اور بھروسہ نہیں کرتے۔ مسجد و خانقاہ کی سکونت اپنی پرورش کی خاطر نہیں کرتے۔ اگر ہے تو ہے اور اگر نہیں ہے تو نہیں ہے۔ اس انداز کے لوگوں کے یہاں پیران و بزرگان کے عرس ناموری کی خاطر نہیں ہوتے بلکہ ان کی نیت اپنے پیروں کی اطاعت و خدمت ہوتی ہے، کہ ان کاموں سے جو اجر حاصل ہوگا اس سے پیران متبرک کی روح راضی ہوگی۔ ان کو اس کا خیال نہیں ہوتا کہ گذشتہ سال کس تکلف اور تزک و احتشام کے ساتھ حضرت کا عرس ہوا تھا، اور اس سال کمی کے سبب لوگوں سے شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔ غرضکہ تکلف اور ناموری کچھ بھی ان کا مقصود اور مطلوب نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ کسی اور چیز سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اگر ایسے شیخ کو اس کے مریدان ظاہری تکلف کی کسی چیز سے کچھ زینت دیتے بھی ہیں تو اس پر انہیں کچھ راحت و مسرت حاصل نہیں ہوتی۔ اور نہ لوگوں کی ایذارسانی اور نظرانداز کرنے سے انہیں کچھ ملال ہوتا ہے غرضکہ یہ اپنی (خودساختہ) وضع کے پابند نہیں ہوتے۔ انہیں کو مردان خدا میں سے سمجھو اور واصلان حق میں سے جانو۔ یہ گروہ فقیر ہے۔ اے بھائی ان تینوں طرح کے لوگوں کو ٹھیک سے پہچان لو جو فقیر کے نام سے دنیا میں چھائے ہوئے ہیں۔

فائدہ:

بزرگوں کی باتیں یاد رکھنا بہت فائدہ مند ہے اور کسی روز کام آسکتا ہے۔ میں نے اپنے بابرکت سفر میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور دوسرے شہروں میں، جہاں جہاں بزرگوں کے آستانے کی زیارت کی نیت سے جانا ہوا، حضرت قطب العصر کے ارشاد کے مطابق ان تینوں طرح کے فقیروں کو دیکھا اور ان کی صحبت پائی۔ جب ان کی خوبیوں سے واقف ہوا تو ان کو حضرت کے ارشاد کے مطابق پایا۔ شہر و دیار میں جا بجا فقیر اور فخیر کو دیکھا، جب ان لوگوں کی خدمت میں پہنچا اور ان کے وعظ و نصیحت کو سنا۔ لیکن فقیر کو بہت کم دیکھا۔ آرزو تھی کہ ان کی صحبت کا شرف حاصل کروں لیکن ان کے حال کی پوشیدگی نے مجھے محروم رکھا آج بھی انہیں تلاش کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے انشاء اللہ تعالیٰ ان کی صحبت کا حال 'دقیقۃ السالکین' نامی کتاب میں لکھا جائے گا۔ اے بھائی رنگین لباس پہننے اور مساجد کو پختہ کرنے اور پتھر لگانے سے کوئی فقیری کے رتبے تک نہیں پہنچتا۔ لفظ فقیر میں چار حروف ہیں۔ 'ف' سے فاقہ کش ہو اور فاقہ پر صبر کرے۔ اس لیے کہ فاقہ کشی نبی ﷺ کی سنت ہے۔ 'ق' سے فقیر کے لیے قناعت کرنا مراد ہے، یہ بھی حضرت نبینا محمد ﷺ کی سنت ہے۔ اور 'ی' سے حق تعالیٰ کی یاد میں رہنا مراد ہے جو کہ اللہ کے دوستوں کا شیوہ ہے اور 'ر' سے ریاضت و پرہیزگاری و مجاہدہ کرنا مراد ہے کہ یہ بھی حق تعالیٰ کے طالبوں کی نشانی ہے۔ اگر کسی میں یہ شرطیں دیکھو تو اسے یقیناً فقیر جانو۔ اور اگر اس کے خلاف دیکھو تو اسے فقرا کے خلاف سمجھو، کیوں کہ کھانے کا لالچ فاقہ کشی کے خلاف ہے۔ اور مال و اسباب دنیا کا لالچ قناعت کی ضد ہے۔ اور اس تعالیٰ کی یاد سے غفلت، اس کی یاد میں رہنے والوں کے طریقے کے برخلاف ہے۔ علیٰ ہذا القیاس تن پروری اور راحت کی طلب زاہدوں اور مقربین خدا کی شان کے برعکس ہے۔ اور جو کوئی ان بلاؤں میں مبتلا ہے اسے واصلان حق اور فقراء میں کیسے گنا جا سکتا ہے۔ اے بھائی اس تحریر پر خوب غور کرنا چاہیے۔

اسرار : 13

ایک روز حضرت قطب العصر کی خدمت میں حاضر تھا اور کتاب بہار دانش کا سبق لے رہا تھا کہ اس وقت شہر عظیم آباد کے ایک رئیس اور امیر المجاہدین سید احمد صاحب (بریلوی) کے پکّے مرید مولوی اکرم الحق[22]، حضرت قطب العصر کی خدمت میں محبت قدیمانہ کے سبب حاضر ہوئے اور باہم گفتگو شروع ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت قطب العصر یوں گویا ہوئے کہ:

حضرت نبینا محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے زمانے سے لے کر ہمارے زمانے تک اور قیامت تک جو افعال حسنہ و غیر حسنہ شروع ہوئے اور ہوں گے ان کو بدعت کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں کرتے ہیں۔ ایک بدعت حسنہ ہے۔ قدیم بزرگوں کے وہ پسندیدہ کام کہ جن کا نتیجہ آخرت میں اجر و حسنات کی شکل میں ملے گا ان کو بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ اور جو کام ہمارے زمانے میں شامل ہو گیا، اور اس کام کا نتیجہ برا ہوگا، ان کو بدعت سیئہ کہتے ہیں۔ لوگوں کو چاہیے کہ بدعت سیئہ سے بچتے رہیں۔ اور وہ کام جو آنحضرت ﷺ کے سامنے ہوا اور اس کو خود حضرت ﷺ نے منع فرما دیا وہ

اصل حرام وممنوع ہے۔اس لیے لوگوں کو چاہیے کہ وہ ان حرام وممنوع چیزوں سے پرہیز کرتے رہیں۔پھر حضرت قطب العصر مولوی صاحب کی جانب مخاطب ہوئے اور فرمایا آپ اکثر حاضرین کے مجمع کو وعظ ونصیحت کرتے رہتے ہیں لیکن اس کا فائدہ نظر نہیں آتا۔ جو ممنوع چیزوں کا مرتکب ہوگا وعظ ونصیحت اس کی کیا مفید ہوگی۔حدیث میں دو مرغوں کو آپس میں لڑانے کی مذمت آئی ہے۔ اس لیے جان لو کہ دو مرغوں کے درمیان جنگ کرانا (اور اس کا تماشہ دیکھنا) کس قدر برا اور ناپسندیدہ ہے۔اسی طرح اس پر (مرغ لڑانے پر) شرط وبازی لگانا بھی حرام ہے۔اے بھائی، اس کام کو اپنی پسندیدگی سے دور کرو۔پہلے خود کو شریعت کے مطابق کرو پھر منبر پر وعظ ونصیحت کے لیے قدم رکھو تب جاکر اثر ہوگا۔

فائدہ:

اے بھائی! جس روز سے میں نے یہ حکایت حضرت کی زبان فیض ترجمان سے برسبیل تذکرہ سنی ہے اپنے آپ میں لرزتا رہتا ہوں۔کیوں کہ میں بھی بارہا مرغ بازی کا تماشہ دیکھنے جاتا رہتا ہوں۔میں اپنے دل میں کمال ندامت پاتا ہوں اور اس فعل سے باز آتا ہوں۔اس لئے ہر اس آدمی کو جو نصیحت قبول کرتا ہے یہ حکایت سننا (اصلاح کے لیے) کافی ہے اس لیے کہ اگر اس کام میں مبتلا ہوگا تو ترک کردے گا۔اور ایک عجیب معاملہ ہے کہ اگر یہ حکایت کسی کے آگے بیان کرتا ہوں تو وہ بزرگوں کی نظیر پیش کرنے لگتے ہیں، اور یہ نہیں جانتے ہیں کہ اولیاء اللہ سے خرق عادات کا ظہور ہوتا ہے اور اس طرح کے کسی کام کے بدلے وہ کیا کیا نیکیاں کرتے ہیں۔ایسے لوگوں کے لیے یہ مصرع ان کے حال کے مطابق ہے

خطائی بزرگان گرفتن خطاست

اسرار : 14

ایک روز حضرت قطب العصر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دوستوں میں سے ایک دبلا پتلا شخص میرے ساتھ تھا۔ ہمارے کہنے سننے اور حضرت کے ارشادات بعد تخلیہ ہوا تو حضرت قطب العصر نے مجھ سے فرمایا کہ:

جو آدمی تمہارے ساتھ ہے اس کی صحبت تمہارے لیے مضر اور نقصان دہ ہے کیوں کہ یہ شخص بری عادت رکھتا ہے۔ بے وفائی اور فتنہ پردازی اس کے چہرے سے ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت کی یہ باتیں سن کر میں سوچ میں پڑ گیا اور ان باتوں کو حضرت کا مکاشفہ سمجھا۔ پھر فرمایا یہ مکاشفات سے نہیں ہے، قیافہ شناسی کے ذریعہ کہتا ہوں کہ یہ آدمی بدقیافہ ہے۔ اس بارے میں اس حقیر نے عرض کیا کہ یہ شخص ہمارے ساتھیوں میں سے نہیں ہے۔ شہر آتے وقت ساتھ ہونے کی وجہ کر میرے ہمراہ یہاں تک آ پہنچا ہے۔ پھر حضرت نے فرمایا: ٹھیک کہتے ہو لیکن ایک روز یہ تمہارے بہت قریب ترین لوگوں میں سے ہوگا۔ اے بھائی، جو کوئی دو مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈالے اس کی صحبت سے دور رہو۔ اور جو کوئی دوسرے کی برائی تمہارے پاس کرے اسے اپنی مجلس سے دور کرو۔ اس شعر کے مطابق ؎

ھر کہ عیب دگران پیش تو آورد شمرد

بی گمان عیب تو پیش دگراں خواھد برد

(جو کوئی دوسروں کا عیب تمہارے آگے لاتا ہو تو یقیناً وہ تمہارا عیب دوسروں کے آگے بھی رکھتا ہوگا۔)

فائدہ:

سچ مچ کچھ زمانہ گذرنے کے بعد وہ متذکرہ بالا شخص اپنی ظاہری وفاداری کی وجہ سے میرے قریب ترین لوگوں میں سے ایک ہوگیا، اور میں اس کی فرماں برداری اور اس کی محبت دیکھ کر سخت حیرت میں پڑ گیا۔ چند دنوں کے بعد وہ برابر میرے پاس بیٹھ کر میرے دوستوں کی برائی بیان کرتا اور میں اس پر دھیان نہیں دیتا کہ ایسا کیوں کرتا ہے، یہی سوچتا کہ دوستوں کی کوئی غلط حرکت اس کی نگاہ میں آگئی ہوگی اور شاید اس نے خیر خواہی میں یہ کہا ہوگا۔ جب اس نے چاہا کہ دوستوں اور عزیزوں کے درمیان کدورت اور رنج پیدا کردے تو میں غفلت سے بیدار ہوا۔ پوچھ تاچھ کی تو پتہ چلا کہ میرے دوستوں کے نزدیک اسی طرح میرے عیب بھی بیان کرتا ہے اس وقت مجھے حضرت کا ارشاد یاد آیا اور میں نے اسے اپنی صحبت سے دور کیا۔ اس لیے اے بھائی، تمہارے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ اس نصیحت کو دل میں جگہ دو اور ایسے لوگوں کی صحبت سے بچو ورنہ ایک روز وہی معاملہ تمہارے آگے بھی ہوگا۔

ما نصیحت بجائی خود کردیم

(میں اپنی طرف سے یہ نصیحت کر رہا ہوں)

السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو۔

اسرار : 15

ایک روز حضرت قطب العصر کی خدمت میں حاضر تھا کہ اس طرح ارشاد فرمایا:

گذشتہ زمانے کے مریدین اور مسترشدین بھرپور عقیدت رکھتے تھے اور پیرو مرشد کے رتبے کو اچھی طرح پہچانتے تھے۔ اب تو رسمی بیعت کے علاوہ اور کچھ دکھائی نہیں دیتا ہے۔ نہ تو پیروں کے ذریعہ مریدوں کا مقصد پورا ہوتا ہے اور نہ ہی مریدین پیروں کے کہنے کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ پھر ایک واقعہ فرمایا: کہتے ہیں کہ ایک روز ایک بزرگ اپنے مریدوں کے حلقے میں تشریف فرما تھے کہ ایک مرید نے پیر صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ یا حضرت، مرید کسے کہتے ہیں؟ اور پیر کون ہیں۔ اس کے جواب میں وہ پیر خاموش رہے کچھ نہ بولے۔ کچھ دنوں کے بعد اس مرید نے پھر وہی بات عرض کی لیکن کچھ جواب نہیں پایا۔ اس کے بعد اس بزرگ نے اپنے اس مرید کو ایک جگہ بھیجا کہ وہاں ایک اللہ کے ولی رہتے ہیں۔ پیر صاحب کی جگہ سے وہ جگہ چھ منزل کی دوری پر تھی۔ جس مرید نے سوال کیا تھا اس سے پیر صاحب نے فرمایا کہ اس شہر میں اس بزرگ کے پاس میرا یہ خط لے کر جاؤ اور اس کا جواب لے آؤ۔ لیکن یہ شرط ہے کہ مسافت کی چھ منزل تین روز

میں طے کرو۔ تین روز جانے میں اور تین روز آنے میں صرف کر کے یہاں آؤ۔ اس کے خلاف نہ ہو۔ چنانچہ وہ اعتقاد کا پکا مرید اپنے پیر کے ارشاد کے مطابق تین دن کی راہ طے کر کے اس بزرگ کے پاس پہنچا اور اپنے پیر کا خط ان کے حوالے کیا۔ ان بزرگ نے اپنے ایک مرید کو بلایا اور فرمایا کہ اس (آنے والے) کو اپنے گھر میں رکھو اور مہمان داری بجالاؤ۔ اور رات میں اپنے بیٹے کو اس کی خدمت گزاری میں لگاؤ کہ یہ مسافر بڑی مشقت کا سفر طے کر کے آیا ہے۔ چنانچہ وہ مرید بھی اپنے پیر کے حکم کے مطابق مہمانی بجالایا اور جب آدھی رات گذری وہ مہمان نیند سے بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک خوبصورت لڑکا ہاتھ باندھے میرے سرہانے کھڑا ہے۔ یہ دیکھ کر اس نے ماجرا دریافت کیا تو اس جوان نے کہا کہ آپ جس بزرگ کے نام خط لائے ہیں وہ میرے والد کے پیر ہیں، اور جہاں آپ مہمان ہیں یہ میرے والد کا گھر ہے اور میں اپنے والد کے اشارے پر آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ حکم فرمایئے تا کہ بجالاؤں۔ اس وقت اس مسافر نے اس جوان کا ہاتھ پکڑ کر بیٹھایا اور کہا اللہ تعالیٰ نے تجھے وہ شکل وصورت عطا فرمائی ہے کہ خدمت کرانے کے بجائے لائق محبوبیت ہے۔ میں تمہاری خدمت کے لیے کمر بستہ ہوں تم صبح تک میرے سامنے رہو اور اپنے جمال سے میرے دل کو منور کرو۔ اس نیک جوان نے، جو اپنے والد کے حکم کا مطیع وفرماں بردار تھا مہمان کی بات قبول فرمائی۔ اور مسافر کے پاس بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد مسافر مہمان کے دل میں وسوسۂ شیطانی نے اپنا سر اٹھایا یہاں تک کہ وہ اپنے آپ میں نہ رہا اور صبر وضبط کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے لگا، اور شیطان چاہتا تھا کہ اس درویش پر حاوی ہو جائے کہ یکایک اس شخص کے پیر دستگیر کی مدد ظاہر ہوئی اور ان دونوں کے درمیان حائل ہو کر شر سے بچالیا اور مسافر قیامت کی پکڑ سے خائف ہو اٹھا۔ جب صبح ہوئی تو وہ مسافر درویش اس بزرگ کے پاس پہنچا اور اپنے پیر کا جواب لیا اور تین روز کا سفر

طے کر کے اپنے پیرو مرشد کے خدمت میں پہنچا اور خط کا جواب پہنچایا۔

چند دنوں کے بعد پھر اس مرید نے اپنے پیر دستگیر سے پوچھا کہ یا حضرت، عرصہ گذرا میں نے آپ سے سوال کیا تھا آج تک اس کا جواب نہیں ملا کہ پیر کسے کہتے ہیں اور مرید کسے کہیں گے۔ اس کا جواب دیتے ہوئے پیر دستگیر نے یوں ارشاد فرمایا کہ تم ابھی تک اس کے جواب سے آگاہ نہیں ہوئے۔ اے بھائی، مرید وہ ہے کہ پیر کے حکم کے مطابق چھ دن کی راہ کو تین دن میں طے کرے اور پیر وہ ہے کہ ہر حالت میں مرید کی دستگیری کرے۔ اگر مرید کو مکروہ و ناپسندیدہ معاملے میں دیکھے تو پردے سے ہاتھ وہاں پہنچا دے۔ اس مرید نے جب اپنے پیر دستگیر کی بات سنی تو اپنے کیے پر شرمندہ اور اپنی عقیدت میں پختہ تر ہو گیا۔ حضرت قطب العصر نے یہ حکایت سنا کر فرمایا کہ اے بھائی، اس زمانے میں پیر بھی کم نظر آتے ہیں اور مرید بھی نایاب ہیں۔[23]

فائدہ:

اے بھائی، اپنے زمانے میں اس خوبی وصفت کے پیر نہیں ملتے اور مریدوں کا حال بھی برا ہے۔ اب تو سوائے رسمی بیعت کے باطنی توجہ کہیں دکھائی ہی نہیں دیتی۔ پیروں نے مال کے حصول سے نذورات وفتوحات کو اپنا شعار بنالیا ہے۔ اور مریدان بھی شورش و وجد کے حصول کے لیے اور ولی کہلانے کے لیے کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے ہیں۔ پہلے کے مریدان ایسے ایسے تھے کہ اپنے پیر کو بھی بعض دفعہ گمراہی سے ہدایت کی طرف لے آتے تھے اور دل وجان سے اپنے پیر کی فرماں برداری کرتے تھے۔ اب تو ایک بھیڑ ہے جو مریدوں کی صف میں شامل میں ہو گئی ہے، اور اگر خود مکروہات میں گرفتار ہیں تو چاہتے ہیں کہ پیر بھی اس کام میں شریک ہو جائیں۔ اے عزیز، اس تحریر پر غور کرو انصاف شرط ہے۔ واقعہ میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے کیا اس سے زمانہ حال برخلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو سیدھی راہ پر چلائے۔

اسرار : 16

ایک روز میں حضرت قطب العصر کے ہمراہ بگھی پر عظیم آباد سے دانا پور گیا۔ راستے میں اس طرح ارشاد فرمایا کہ:

پیر چار ہیں۔ میں نے اس سلسلے میں عرض کیا کہ حضرت! چار پیر اور چودہ خانوادہ کے متعلق سننے میں آیا ہے۔ پھر حضرت نے فرمایا۔ اے بھائی، چار پیر اور چودہ خانوادہ جو مشہور ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ **کرم اللہ وجھہ** کے چار خلفاء چار پیر کہلاتے ہیں یعنی حضرت امام حسن وحضرت امام حسین **رضی اللہ عنھما** وحضرت خواجہ حسن بصری[24] وحضرت کمیل زیاد[25] **قدس اللہ سرھما** لیکن حضرت کمیل کے بارے میں اختلاف ہے اور ۱۴ خانوادے انہیں سے برآمد ہوئے۔ ۹ خانوادے اکیلے خود امام حسین سے منتسب ہوتے ہیں، اور ۵ حضرت خواجہ حسن بصری قدس سرہ سے ملتے ہیں۔ لیکن میری مراد ان سے نہیں ہے بلکہ ہر زمانے میں ہر کسی کے لیے چار پیر ہوتے ہیں، تلاش شرط ہے۔ ہاں کبھی کبھی یہ چاروں پیروں کا معاملہ کسی ایک پیر کے ذریعہ بھی ادا ہو جاتا ہے۔ سنو، پہلا پیر 'پیر بیعت' ہے جسے پیر دستگیر بھی کہتے ہیں، وہ ہے جس کے ہاتھ پر مرید شروع میں توبہ کرتا ہے اور رجوع ہوتا ہے اور اس کی دستگیری

(ہاتھ کا پکڑنا) اسی پیر سے متعلق ہوئی، بشرطیکہ وہ رتبہ دستگیری تک پہنچا ہوا ہو، ورنہ اس کے سلسلہ کے پیران اس کی دستگیری فرمائیں گے، اور یہ ایک ہی بات ہے دو باتیں نہیں ہیں۔ اگر اس کی بیعت رد ہو چکی تب کسی دوسرے بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کرے، اور اگر اس کی بیعت ہو چکی تو کسی دوسرے پیر کے ہاتھ پر بیعت کرنا جائز نہیں۔ ایسے شخص کو مشائخ مردود الطریقہ کہتے ہیں۔ کیونکہ بیعت سے مراد خود کو فروخت کر دینا ہے، چنانچہ جس کسی نے خود کو کسی بزرگ کے ہاتھ پر فروخت کر دیا تو پھر دوسری جگہ خود کو فروخت کرنے کا سوال کہاں اٹھتا ہے؟

فروخت ہو جانے کے بعد اس کو کیا اختیار رہا۔ وہ مرید تو **المیّت کیدہ الغسّال** (غسل دینے والے کے ہاتھ میں مردے) کی طرح ہو گیا۔ اس کے بارے میں جو پیر چاہے وہ کرے۔

پیر کی دوسری قسم 'پیر تربیت' ہے اس کو پیر و مرشد بھی کہتے ہیں۔ اگر مرید کو اپنے پیر سے اس کی حیات میں نعمت کے حصول کا اتفاق نہ ہوا اور اپنے پیر کے انتقال کے بعد بزرگان دین کے حلقے میں پہنچے اور ان کے آگے زانوئے ادب تہہ کرے تو مسترشد ہوا، یعنی طلب فیض کیا۔ مرشد جو کچھ اس مسترشد کے لیے مصلحت سمجھے گا اور جس قدر اس کی استعداد و صلاحیت پائے گا اسے تعلیم دے گا۔ اور مرشد کا رتبہ بھی پیر کے جیسا جانے اور بزرگی میں تفرقہ نہ پیدا کرے۔ دونوں کے درمیان باریک فرق ہے رسالت و خلافت کے مانند۔ رسالت سے دین محمدی ﷺ کی ملت (کی بنیاد) ہے اور خلافت خلفائے راشدین اور ائمہ مطہرین و مجتہدین کا منصب ہے۔ اگر کوئی شخص ملت محمدی (**علی صاحبها الصلوٰۃ والتسلیم**) سے ہٹ جائے تو گمراہ ہو جائے گا۔ اس لیے (مناسب) یہ ہے کہ ہر بزرگ سے اعتقاد رکھے اور اور ائمہ مجتہدین میں سے ایک کا مقلد رہے تو یہ ہدایت ہے۔ اس طور پر یہ واضح ہو گیا کہ پیر

ایک ہے۔ پیر سے برگشتہ و منحرف ہونے پر کوئی دوسری راہ نہیں ہے یہاں تک کہ مرشد سے بھی حصول فیض مفید نہیں ہوگا کسی دوسرے بزرگ کی خدمت میں خود کو لگانا اور ان سے باطنی استفادہ کرنا تبھی مفید ہوگا جب پہلے مرشد کو بھی مرشد سمجھتا ہے اور اس مخالفت نہ کرے۔ اگر مخالفت کر کے دوسری جگہ جائے گا تو اس کو اہل طریقہ راہ سلوک کا چور سمجھیں گے۔ ہر مرشد کی شکر گذاری کرتا ہے تو چند جگہوں سے ارشاد حاصل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اگر اس مرید کا پیر زندہ ہے اور تربیت باطنی نہیں کر سکتا ہے تو مرید کو جس بزرگ کے پاس چاہے تربیت کے واسطے بھیج دے یا خود مرید ہی پیر سے اجازت حاصل کر کے کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض باطنی حاصل کرے۔

تیسری قسم ہے 'پیر صحبت' ہے۔ اگر کسی کو اپنے پیر دستگیر یا پیر و مرشد کی خدمت میں بیعت کی سنت ادا ہونے اور توجہ، اذکار اور اشغال طریقہ حاصل کرنے کے علاوہ صحبت نصیب نہ ہوئی تو چاہیے کہ اپنے وقت کے کسی محقق بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو اور ان کی صحبت اختیار کرے۔ ان سے جو کچھ سنے یاد رکھے، اور اسے اپنا دستور العمل قرار دے۔ اور پیر صحبت کے آداب بھی وہی بجالائے جو پیر دستگیر اور پیر و مرشد کا کرتا تھا۔ ان کے مدارج میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس معاملے میں اختیار ہے، چاہے تو کئی بزرگوں کی صحبت اختیار کرے یا کسی ایک ہی بزرگ کی صحبت میں رہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ ان کی صحبت کو اپنے لیے مفید سمجھے ورنہ رسمی صحبت اختیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، بلکہ رسمی صحبت اعتقاد میں خلل کا باعث بنے گی۔

چوتھا 'پیر خرقہ' ہے کہ جس سے کسی شخص کو نعمت سے معمور خرقہ خلافت کی شکل میں عنایت ہوا اور اس خرقہ کی برکت سے ترقی ظاہر ہوئی اور اجازت و خلافت کے حصول سے فیض ربانی جاری ہوا۔

بعض بزرگ اپنے انتقال کے وقت اپنے کسی عزیز کے لیے اپنا خرقہ خلافت کسی مرید کے حوالے کر دیتے ہیں کہ جب کبھی وہ پہنچے اس کے حوالے کر دینا اور مزار سے عالم مثال میں اس کی جانب توجہ فرماتے ہیں، اور فیض و اجازت بخش دیتے ہیں۔ اس طرح ان چاروں پیروں کے مراتب کو ایک سمجھے۔ اور اس سے روگردانی کرے تو کفران نعمت کا وبال اس پر ہوگا اور فیض سلب ہو جائے گا۔ اور اگر کسی کو خود اپنے پیر ہی سے یہ ساری نعمتیں حاصل ہو جائیں تو بہتر ہے ورنہ ان نعمتوں کو ضرور حاصل کرنا چاہیے تب جا کر شیخی کے منصب پر بیٹھے۔[26]

فائدہ:

اے عزیز! راقم التحریر کو بیعت کا شرف اپنے جد امجد پیر دستگیر حضرت سید شاہ غلام حسین ابوالعلائی المنعمی الچشتی[27] سے طریقہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حاصل ہوا۔ اور تربیت و فیض باطن کا ارشاد اپنے ماموں پیر مرشد حضرت سید شاہ قمر الدین حسین ابوالعلائی النقشبندی فرحتی البرکاتی قدس اللہ اسرارھم سے طریقہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ میں حاصل ہوا اور توجہ و معانقہ کے نتیجے میں میں کیفیت و نسبت سے معمور ہوا اور پیر دستگیر اور پیر و مرشد دونوں کی صحبت سے فیض پایا اور اجازت و خلافت سے سرفراز ہوا اور خرقہ بھی عنایت ہوا اور کلاہ تبرک بھی ان سے پہننے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت خواجہ سید شاہ ابوالبرکات قدس اللہ سرہ کے اجل خلیفہ، جو میرے عم طریقت بھی تھے، یعنی حضرت مولوی سید شاہ تراب علی[28] رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں بھی بیٹھنے کا اتفاق اس فقیر کو نصیب ہوا۔ اور اس کے علاوہ چند بزرگوں کے مزارات سے فیوض اویسیہ کو چھوڑ کر کسی جگہ سے مجھے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ اس کی تفصیل میں دقیقۃ السالکین میں لکھوں گا۔ یہ ذکر کر دینے سے میرا مقصد یہ ہے کہ اس وجہ سے کہ میں نے ان بزرگوں سے نعمات کا حصول کیا ہے، میں سب کی اطاعت کو خود پر

لازم اور واجب سمجھتا ہوں۔ افسوس تو اس شخص پر ہے جس کے پیر بیعت و پیر تربیت و پیر صحبت و پیر خرقہ ایک ہی ہوں اور اس کے باوجود وہ ان کی (اکیلی) اطاعت نہ کر سکے۔

حاصل مطلب یہ کہ صوفیہ کے مشرب کے مطابق کوئی جب ایک بزرگ سے بیعت کر لے تو اسی بیعت کے لیے کسی دوسرے کا ہاتھ نہ پکڑے۔ اور اگر بیعت کے بعد کوئی خطا ہو گئی ہو تو اپنے پیر دستگیر ہی کے ہاتھ پر پھر سے بیعت جدید کر لے اور اگر پیر زندہ نہ ہو تو اس کے انتقال کے بعد پیر کے خرقہ پر بیعت جدید کر لے۔ اور امیر المجاہدین سید احمد رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار اس طرح بیان کرتے ہیں کہ اس زمانے کے صوفیوں کی بیعت میں ثبات نہیں ہے۔ اس لیے علماء کے ہاتھ پر رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق بیعت جہادی کرے اور یہ مشائخ کی بیعت کی تردید کرتے ہیں۔ یہ بات مشائخ کی سنت کے خلاف ہوئی اور راقم کی تحقیق میں اس طرح ہے کہ اگر امیر المجاہدین (سید احمد بریلوی) کے مریدوں میں کوئی بزرگوں سے فیض باطنیہ کا طلب گار ہو کر بیعت جدید کرنا چاہے تو اس شیخ کو چاہیے کہ (سب سے پہلے) مشائخ صوفیہ کے سلسلہ میں اس کی بیعت لے کر اسے نسبت صوفیہ سے منتسب کرے۔ اور اگر طالب کہے کہ میں ایک عالم کے ہاتھ پر بیعت ہو چکا ہوں لیکن اب وہ بزرگ انتقال کر گئے اس لیے اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہو تو بیعت جدید کروں، اور وہ بزرگ صوفیہ کے طائفہ سے نہیں تھے تو ان کے خرقے پر کس طرح سے توبہ کروں۔ تو اس حال میں واجب ہو گا کہ بیعت توبہ بھی اپنے پیر و مرشد کے ہاتھ پر کرے۔

اے عزیز! بیعت کا عمل سہل نہیں مشکل ہے۔ آج کل پیران و مریدان اس کو آسان سمجھتے ہیں۔ چاہیے کہ چاروں پیروں کے مراتب کو جانے اور ہر ایک کا ادب بجا لائے اور ان کی عقیدت کو مستحکم کرے تب جا کر ظاہری و باطنی ترقی حاصل ہو گی اور اپنا خاتمہ بخیر ہونے کی دعا اس تعالیٰ سے کرتا رہے۔

اسرار : 17

میں ایک روز حضرت قطب العصر کی بافیض خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ:

ایک بزرگ تھے جن کی خدمت میں بہت سارے مریدان حاضر رہا کرتے تھے لیکن وہ بڑے جلالی تھے۔ ایک روز کسی مرید پر بگڑ پڑے اور بولے کہ، کوئی نہیں ہے جو اس درویش کی کھال کھینچ لے! یہ بات سنی تھی کہ اس پکّے مرید نے پیر کی اطاعت کو واجب سمجھتے ہوئے اپنی کرامت سے اپنی کھال خود جسم سے علیحدہ کر کے پیر کی خدمت میں پیش کر دی۔ پیر کو اس کی اس حرکت پر اور جلال آیا اور فرمایا کہ اب یہ شخص سلسلے سے نکال باہر ہو گیا۔ میری خانقاہ سے اسے باہر کر دو۔ حاضر مریدوں نے پیر کا حکم بجالایا۔ وہ پکی عقیدت رکھنے والا مرید وہاں سے باہر نکلا اور اپنے زمانے کے بزرگان اور اولیاء اللہ کے مزارات پر مارا مارا پھرا کہ شاید کہیں اس پیر کے رد کیے ہوئے کو جگہ مل جائے۔ لیکن کوئی بزرگ بھی اس کو بیٹھانے تک کے روادار نہ ہوئے اور نہ کسی مزار سے اس کے قیام کا اشارہ ہوا۔ اس حیرانی و پریشانی میں چند سال گذر گئے۔ پھر جب وہ حضرت مخدوم الملک مخدوم شاہ شرف الدین

احمد بہاری فردوسی قدس اللہ سرہ کے مزار پر پہنچا اور اپنا حال پیش کیا تو وہاں سے اسے بشارت ملی کہ جگہ ہے، میرے سینے اور میرے سر پر بیٹھ جاؤ۔ وہ شخص حضرت کے اشارے کے مطابق آستانہ (مخدوم جہاں) میں مقیم ہو گیا۔ حضرت مخدوم الملک بصورت مثالی اس شخص کے پیر کے پاس پہنچے اور غصہ فرمایا کہ تم نے بلا قصور اپنے مرید پر غصہ کیا اور اپنے پاس سے اس طرح سے نکال دیا کہ اس کے لیے کوئی جائے امان نہ بچی۔ جلدی سے اس کا قصور معاف کرو اور اسے اپنے پاس طلب کرو۔ چنانچہ اس بزرگ نے حضرت مخدوم کے اشارے کے مطابق اپنے مرید کو وہاں سے طلب کر کے قصور معاف کر دیا اور اپنے پاس جگہ دے دی۔ حضرت نے یہ واقعہ سنا کر فرمایا۔ اے بھائی! پیری و مریدی کا معاملہ بہت سخت ہے۔ اس زمانے کے مشائخ نے اسے آسان بنا دیا ہے۔

فائدہ:

اے عزیز! قرینہ ہے کہ وہ بزرگ سلسلہ فردوسیہ میں مرید ہوں گے اس لیے حضرت مخدوم (جہاں) نے ان کا قصور معاف کرا دیا۔ جان لو کہ بالآخر اس کے قصور کی معافی اس کے پیر ہی کے ذریعہ ہوئی، حالانکہ مخدوم کو یہ اختیار حاصل تھا کہ اس کا قصور معاف کر کے اپنے جوار رحمت میں جگہ دے دیتے۔ ایسا اس لیے تھا کہ اس کی بیعت کا معاملہ آپ ہی کے توسط سے ہے اسی وجہ سے اس کے قصور کی معافی اس کے پیر کے ذریعہ آپ نے کرا دی۔ اور یہ بھی معاملہ تھا کہ اس نے پیر کا قصور کیا تھا پیران پیر کا قصوروار نہیں تھا اسی سبب سے حضرت نے بھی رحم فرمایا۔ ورنہ اس کے لیے کوئی جائے امان نہیں تھی جہاں پناہ لیتا۔ اس لیے اے عزیز! کوئی چاہے کہ پیر کو چھوڑ کر پیران پیر کے مزار پر عقیدت کے ساتھ رجوع ہو یہ ناممکن ہے اور پیران پیر کی روح ہرگز اس کی جانب متوجہ نہیں ہوگی۔ ہاں اگر بلا قصور پیر کو غصہ آتا ہے تو پیران پیر قصور معاف کرا سکتے ہیں۔

اسرار : 18

ایک روز حضرت قطب العصر کے ساتھ ان کے دولت خانہ سے حضرت امام العاشقین شاہ رکن الدین عشق قدس اللہ سرہ کے آستانہ کی طرف جاتے ہوئے ایک بوڑھا آدمی آہستہ آہستہ چلنے کی وجہ سے راستے کی رکاوٹ بن رہا تھا اور حضرت بھی (اس کی وجہ سے) آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ مجھ حقیر کو اس بوڑھے شخص کا حضرت سے آگے آگے چلنا ناگوار ہوا۔ جب میں نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر ایک کنارے کیا تو اس نے بھی حضرت کو معاینہ فرما کر آگے بڑھنے سے خود کو (احتراماً) روک لیا۔ حضرت قطب العصر نے میری اس حرکت پر مجھ کو بہت ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

"کسی بھی بزرگ اور عمر میں بڑے شخص سے آگے قدم نہیں بڑھانا چاہیے" اور یہ شعر پڑھا ؎

تو که میدانی که در دلها خدا است

پس ترا تعظیم هر دل مدعاست

(تم تو جانتے ہو کہ دل میں خدائے تعالیٰ رہتا ہے اس لیے ہر دل کی

تعظیم تمہاری بندگی کا تقاضہ ہے۔)

اور یہ ایک حکایت بیان فرمائی:

ایک روز حضرت نبینا محمد ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جو عمر میں بڑے ہوں راستے میں چلتے ہوئے ان سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔ اس صبح حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجھہ اپنے گھر سے نماز فجر کی ادائیگی کے لیے حرم شریف کی طرف جا رہے تھے راستے میں ایک بوڑھا یہودی، چھڑی لیے آہستہ آہستہ جاتا تھا اور حضرت (علی) کے لیے کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔ چنانچہ آپ بھی اس کے پیچھے دھیرے دھیرے چلتے رہے۔ اُدھر حضرت نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجھہ کا انتظار کرتے کرتے نماز کا وقت تنگ دیکھ کر جماعت کھڑی فرما دی۔ اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام عین حالت نماز میں تشریف لے آئے اور فرمایا اے آخری نبی ﷺ بڑی سورہ تلاوت فرمایئے کیوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجھہ ایک بوڑھے شخص کے پیچھے پیچھے چلنے کی وجہ سے آہستہ آہستہ آ رہے ہیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ جماعت سے محروم رہ جائیں۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی خبر کے مطابق ویسا ہی کیا یہاں تک کہ حضرت ولایت مآب کرم اللہ وجھہ بھی پہنچ گئے اور جماعت میں شریک ہو گئے۔

حضرت قطب العصر نے یہ واقعہ سنا کر اس معاملے میں خوب خوب تاکید فرمائی۔

فائدہ:

اے عزیز! جب ہمارے بزرگوں کا عمل یہ رہا ہے تو ہم پر بھی اپنے بزرگوں کی پیروی ضروری ہے۔ چنانچہ ایک روز میرے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہوا کہ میں بہت جلدی کے کام سے ایک جگہ جا رہا تھا کہ راستے میں ایک کمزور نابینا شخص اپنی آہستہ چال کی وجہ سے رکاوٹ بنا۔ میں ضروری کام کے سبب اس سے آگے نکل جانا چاہتا تھا لیکن مجھے

حضرت قطب العصر کی بات یاد تھی۔ اس لیے میں اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ آہستہ چلنے کی وجہ کر دو گھنٹے میں وہاں پہنچا جہاں مجھے جانا تھا۔ جس شخص کی مجھے تلاش تھی اسے نہیں پا کر جب اس کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ دو گھنٹہ پہلے وہ اپنے گھریلو جھگڑے کی بنیاد پر گرفتار ہو کر عدالت پہنچا ہوا ہے، اور جو لوگ اس وقت موجود تھے وہ لوگ اس جھگڑے کے گواہ بن کر حاکم کے آگے پیش ہو رہے ہیں۔ یہ سن کر میں نے اس وقت وہاں موجود نہ ہونے کے لیے اللہ تعالٰی کا شکر ادا کیا اور یہ یقین ہو گیا کہ بزرگوں کی نصیحت کا پاس بلاؤں سے نجات کا سبب بنتا ہے۔

اسرار : 19

ایک رات عظیم آباد میں حضرت قطب العصر کی مجلس میں حاضر تھا اس وقت حضرت شیخ المحققین حکیم شاہ مظہر حسین صاحب ادام اللہ فیضانہ (مرشدزادہ حضرت قطب العصر) کے مسترشد برادر طریقت عبدالرحمٰن شاہ مرحوم بنگالی بھی مجلس میں حاضر تھے۔ وہ حضرت قطب العصر کو عم طریقت (چچا پیر) ہونے کی وجہ سے ادباً سیدالاولیا کے لقب سے مخاطب فرماتے تھے۔ انہوں نے حضرت قطب العصر کی خدمت میں عرض کیا:

حضرت سیدالاولیا، ہمارے سلسلہ میں وحدت وجود کی مشق کس طور پر ہے عالم عبدیت میں ربوبیت کا مرتبہ کس طور پر ظاہر ہوتا ہے۔

ان کا جواب دیتے ہوئے حضرت قطب العصر نے ارشاد فرمایا:

تمام سلاسل (طریقت) میں وحدت وجود کی مشاقی کا عمل ہے۔ بلکہ ہمارے بزرگان بھی دن رات وحدت وجود کی مشق میں لگے رہتے۔ اس کے برخلاف طریقہ مجددیہ میں، جو حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب ہے، یہ اجتہاد ہے کہ وحدت شہود کی مشق (کا معمول) ہے اور یہ فقیر جب علم ظاہر کے مدرسے سے

اپنے پیرو مرشد حضرت قطب العاشقین سید شاہ خواجہ ابوالبرکات قدس اللہ سرہ اور اپنے مرشد حضرت واصل باللہ حضرت حکیم شاہ فرحت اللہ قدس اللہ سرہ کے حلقہ میں داخل ہوا تو توجہ اور تعلیم کے بعد مسئلہ وحدت وجود کی مشق سے گذار اور چند برسوں تک انہیں مسائل میں مبتلا رہا۔ کبھی وحدت وجود کا مسئلہ مجھ پر غالب رہتا تو مسئلہ شہود کفر معلوم ہوتا اور کبھی شہود کا مسئلہ غلبہ کرتا تو وحدت وجود کفر معلوم ہوتا۔ اور پہلے کے بزرگوں کے حالات پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان پر بھی کبھی شہود کا غلبہ ہوتا اور کبھی وحدت وجود غالب ہوتا۔ الحمدللہ ایک روز ان کیفیات سے میں نجات پا گیا اور مسئلہ وجود مع الشہود پر طبیعت مستقل اور مطمئن ہوگئی جس میں علماء ظاہر کو کچھ بھی اعتراض اور بحث نہیں ہے۔ یہ ساری باتیں اور عناوین ایسے نہیں ہیں کہ میں بیان کرسکوں کیوں کہ قدیم بزرگوں نے اس عنوان سے جو کچھ لکھا ہے اس کا عالم بھی یہ ہے کہ جو سمجھ گیا سمجھ گیا۔ اس لیے ایسا مضمون کس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے صحیح فہم و سمجھ عطا فرمائے۔ میں تو بس صرف اس مضمون سے ایک نکتہ بیان کرتا ہوں۔ شاید کہ سمجھ جاؤ ؎

خوش تر آں باشد کہ سرّ دلبران

گفتہ آمد در حدیث دیگران

(بہتر یہ ہے کہ دلبروں سے متعلق راز کی باتیں دوسروں پر رکھ کر بیان کی جائیں)

مثال سے سمجھو کہ تانبا، پیتل، چاندی، لکڑی وغیرہ ہے ان سب کو اسی نام سے جانا جاتا ہے۔ پھر جب ان سے کوئی چیز بنائی جاتی ہے، مثلاً، تانبے سے پیالی، پیتل سے اگالدان، چاندی سے عطر دان اور لکڑی سے تختہ وغیرہ بنالے، اب انہیں کوئی تانبا، پیتل، چاندی اور لکڑی ہرگز نہ کہے گا۔ سوائے اس کے جو چیز بن کر تیار ہے وہی کہی جائیگی۔

تانبے کے دیگ اور تانبے کی پیالی کو تانبا نہیں کہتے، حالانکہ یہ دراصل تانبا ہی ہیں۔ اسی طرح پیتل کے اگالدان اور چاندی کے عطردان کو تب تک اس نام کے علاوہ پیتل یا چاندی نہیں کہیں گے جب تک کہ وہ چیز اپنی شکل میں موجود ہے۔ اور یہ بھی سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کی اصلیت تانبا وغیرہ ہی ہے۔ جب ان کی شکل بدلیں گے تو جو شکل بنائیں گے اسی نام سے پکاریں گے اور جب ان کی کوئی شکل وصورت نہ ہوگی تو ان کو ان کی اصل یعنی تانبا، پیتل، چاندی، لکڑی وغیرہ ہی کہیں گے کہ یہی ان کی حقیقت ہے۔

یہیں پر سمجھ لو کہ صورت کا نام ''عبد'' ہے جب یہ (صورت) فنا ہوئی تو قبر میں رکھ دیا جب گوشت و پوست بھی خاک میں مل گیا تو اس کی جگہ بدل گئی اور حقیقی (خاک) میں مجازی (خاک) مل گئی۔ اب اسے بھی خاک کہیں گے۔ اس صورت کا (جسے عبد کہتے تھے) کہیں نام ونشان نہیں پھر جب خاک بھی فنائیت کے درجہ تک جا پہنچی اور سوائے ذات باقی کے کچھ نہ بچا تو اب اسے کیا کہیں اور وہ سب صورتیں کہاں فنا ہوگئیں۔ اس لیے فنا عین بقا ہے۔ بات تمام فرما کر یہ مصرع آپ کی زبان مبارک پر آیا؂

اینجا نرسد ذورق ہر سودائی

(یہاں تک ہر دیوانے کی چھوٹی کشتی کہاں سے پہنچے)

فائدہ:

اے عزیز، حضرت کے بیان سے یہ بات واضح ہوئی کہ یہ مسئلہ بولنے سے کم اور سمجھنے سے زیادہ تعلق رکھتا ہے۔ پیر و مرشد کی توجہ کامل کے طفیل جب کوئی اس مقام تک پہنچے اور بلند فہمی پیدا ہو تو ضرور سمجھ جائے گا کہ یہ اسرار پوشیدہ ہیں ان کے کہنے سے کفر لازم آتا ہے اور اگر اس کا اظہار (جائز ہوتا) تو حضرت نبینا محمد صلوٰۃ اللّٰہ علیہ

السلام سوائے خواص کے دوسرے صحابہ سے پوشیدہ نہیں رکھتے۔ اس لئے بندہ کو بندہ اور حق کو حق کہنا چاہیے لیکن وجود کی حقیقت کو پہچانے اور اگر کوئی اعتراض کرے کہ دل میں درست سمجھیں اور زبان پر نہ لائیں یہ تو منافقوں کا طریقہ ہوگیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نکتہ دلیل نہیں ہے بلکہ اعتقاد کا معاملہ ہے کہ یہ حضرت نبینا محمد ﷺ کا عمل ہے۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو علماء وصوفیاء کے درمیان مسائل میں اختلاف بھی نہیں ہوتا۔ اس لیے جو کوئی عمل نبوی کو نفاق سمجھے اس کے ایمان کے نقصان کے باعث اس کو کیا کہیں۔

مثال کے طور پر ایک شخص قرآن پڑھنا جانتا ہے اور اس کا معنی بھی سمجھتا ہے اور قرآن کو کلام الٰہی بھی سمجھتا ہے، اور دوسرا شخص کہ قرآن کا معنی کچھ نہیں سمجھتا صرف پڑھنا جانتا ہے، وہ سمجھتا نہیں ہے لیکن قرآن کو اللہ کا کلام سمجھتا ہے۔ بالکل اسی طرح وحدت وجود کا مسئلہ ہے۔ ایک شخص اس مسئلہ کو سمجھتا بھی ہے اور اسے درست وحق بھی جانتا ہے اور دوسروں کو بھی اپنے بیان سے سمجھا سکتا ہے اور دوسرا ہے کہ اس مسئلہ کو حق تو جانتا ہے اور سمجھتا بھی ہے لیکن اس کے بیان پر قدرت نہیں رکھتا اور تیسرا شخص وہ ہے کہ نہ اسے بیان کی طاقت ہے اور نہ ہی اس حقیقت سے آگاہ ہے صرف اس پر اعتقاد رکھتا ہے کہ سلسلے کے پیران اسی پر عمل پیرا تھے۔ ایسا شخص بطور تقلید بغیر سمجھے بوجھے اگر بیان کرے تو ایمان کا نقصان ہے۔

اے عزیز، اس مسئلے کی مشق کے لیے بزرگوں نے بڑی بندشیں لگائی ہیں۔ ان بزرگوں کی انانیت سے دعویٰ ہمسری کرنا مقصود نہیں تھا بلکہ اپنی اور اپنے مریدوں کی انانیت کا ازالہ مقصود تھا۔ اگر کسی جانب سے کوئی تکلیف پہنچتی تو ان کے دل میں ملال نہیں ہوتا اور وہ اسے منجانب حق تعالیٰ سمجھتے، صبر کرتے اور اس سے بدلہ نہ لیتے۔ یہی وہ منزل ہے جہاں پر یہ شعر صادق آتا ہے ؎

ما شاخ درختیم پراز میوہ توحید

ہر رہگذری سنگ زند عار نداریم

(میں تو توحید کے میووں سے لدے ہوئے درخت کی شاخ ہوں۔

راہ سے گذرنے والے اگر پتھر پھینکتے ہیں تو مجھے شرم نہیں آتی۔)

اے عزیز! دنیا کی ان مصیبتوں کو راہگیروں کے پتھر سمجھو اور اس کی وجہ سے اپنا دل نہ دکھاؤ۔ اگر اپنے ایک ہاتھ سے اپنے دوسرے ہاتھ کو کوئی چوٹ پہنچے تو کس سے شکایت کرے اور کس سے بدلہ لے اسی طور پر توحید کو سمجھو۔

اسرار : 20

ایک روز حضرت قطب العصر کی خدمت میں حاضر تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

اگر کوئی حضرت محبوب جل وعلا مخدوم امیر سید شاہ ابوالعلا **قدس اللہ سرہ العزیز** کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ اس سے پوچھتے کہ تم نے اس فقیر کے پاس آنے کی زحمت کیوں کی؟ اگر وہ شخص کوئی غرض دنیاوی رکھتا تو اس کے لیے معتقدین میں سے کسی امیر سے سفارش فرما دیتے۔ اور کوئی کشف وکرامات کا طالب ہوتا تو فرماتے یہاں سے چلے جاؤ کشف وکرامات یہاں نہیں ہیں۔ اور اگر کوئی راہ سلوک کا طالب ہوتا تو اس سے یوں فرماتے کہ اس سلسلے کی نسبت کے حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں محنت کے ذریعے اور بلا محنت تم کس طرح چاہتے ہو؟ اگر طالب محنت کا عزم دکھاتا تو اسے ذکر کی تعلیم دیتے اور اسے اس کے گھر روانہ فرما دیتے کہ جاؤ زہد وریاضت اور محنت واشغال کے ذریعہ نسبت کو حاصل کرو اور اگر وہ بغیر محنت چاہتا تو اس پر توجہ عنایت فرماتے اور صحبت شریف میں حاضر باش رہنے کو کہتے۔ اور فرماتے کہ اس طریقے کا فیضان اویسیہ ہے۔ فیض کا دارومدار صحبت پر ہے۔ اور اس کی نسبت ذاتیہ ہے۔ اس کے مقابلے میں نسبت صفاتیہ

کے حصول کے لیے محنت اور اشغال چاہیئے۔ اس حکایت کے بعد حضرت قطب العصر اس طرح گویا ہوئے کہ درویش نسبت صفاتیہ کے حصول کے ذریعہ نسبت ذاتیہ تک پہنچتے ہیں۔ اور مقصود بھی نسبت ذاتیہ ہے۔ جس کسی کو نسبت ذاتیہ حاصل ہو گئی اس کو نسبت صفاتیہ کے حاصل کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اور آنحضرت نبینا محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تربیت باطنی کی بنیاد بھی صحبت پر تھی۔ جس کسی کو آپ ﷺ کی صحبت مبارکہ کا فیض حاصل ہوا وہ اصحاب کے زمرے میں آ گیا اور بزرگوں نے ہماری استعداد کا لحاظ کرتے ہوئے اشغال واذکار کو تعلیم کی غرض سے اور فیض باطنیہ کے حصول کے لئے مقرر کیا ہے۔ اس لیے یہ بزرگ سلسلہ امام الطریقت کہلاتے ہیں۔

فائدہ:

اے بھائی! جب جان گئے کہ اس سلسلہ کی نسبت کے حصول کا دارومدار صحبت پر ہے تو چاہیے کہ شروعات میں اپنے پیرومرشد کی صحبت میں حاضر رہے۔ اور توجہ ومعانقہ اور مراقبہ میں محنتیں کرے۔ اور راہ فقر کی باریکیوں کو مرشد کی باتوں سے حل کرے اور اس سلسلہ کی نسبت شریف کو حاصل کرے۔ اس کے بعد اگر کسی ضرورت سے صحبت کے بجائے مفارقت ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اس کے ساتھ مادّۂ جذبی شرط ہے اور اگر مادّہ سلوکی کا معاملہ ہے تو اس کو محنت ضروری ہے۔

اے بھائی! سفر حج کے دوران ائمہ اور اصحاب کے مزارات پر پہنچا تو مراقب ہوا۔ کسی بزرگ کے پاس بھی نسبت سلوک نہیں پائی کیوں کہ ان کو بھی حصول فیض، صحبت شریف سے ہوا ہے اور اگر اسے سلوک کے ذریعہ طے کرنے کا کوئی سوال نہیں۔ اس لیے جہاں تک ہو سکے سلسلے کے پیروں کی صحبت اختیار کرو۔

اسرار : 21

ایک روز حضرت قطب العصر کی خدمت میں حاضر تھا۔ اس طرح ارشاد فرمایا کہ:
اس سلسلے کے فیض کی ترقی اور غلبہ تین چیزوں سے ہوتا ہے:
۱. سماع سنتے سے ۲. خوشبو سونگھنے سے ۳. خوبرو کو دیکھنے سے
جب یہ تینوں چیزیں مہیا ہوں تو ضرور نسبت کا غلبہ ہوگا اور ذوق پیدا ہوگا اور ترقی ظاہر ہوگی۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ ان تینوں چیزوں کے موجود ہونے سے اس سلسلے کا سالک وجد میں آ گیا اور وجد ہی ترقی کا باعث ہے۔ ہمارے مرشد کے مرشد حضرت امام العاشقین شاہ رکن الدین عشق قدس سرہ یہ شعر پڑھتے:

انچه هست جز شورش و دیوانگی

کاندریں ره دوری و بیگانگی

(شورش و دیوانگی کے علاوہ جو کچھ ہے وہ اس راہ کی منزل اسے دور کرتی ہے)

فائدہ:

میں شروع شروع میں سماع نہیں سنتا تھا۔ جب اس سلسلے کی نسبت شریف میرے اوپر غالب ہوئی، میں نہیں جانتا بلکہ حیرت ہوتی ہے کہ وہ کون سی چیز تھی جس نے مجھ کو سماع سننے پر مجبور کر دیا۔ البتہ میں نے یہ خوب پہچان لیا کہ خوشبو سونگھنے اور خوبرو کو دیکھنے سے کیفیت طاری ہوتی ہے۔ عشق مجازی، عشق حقیقی کی سیڑھی ہے جب کبھی خوبصورتی نظر آتی ہے تو اس کی تجلی صفاتی محسوس کرتے ہوئے اس کا عاشق ہوا۔

اللہ جمیل و یحب الجمال۔

(اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔)

لیکن یہ اس درویش کے لیے جائز ہے کہ جس نے محنت کر کے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا ہو یا پھر پیر کی صحبت میں اپنی دلی رغبت اور شیطانی وسوسے سے نکل چکا ہو۔ یہ کام یہ بوالہوس کا نہیں ہے۔ عشق مجازی کے جذبے میں خلق کی ملامت کا خوف نہ کرے تمہیں حق سے کام ہے خلق سے مطلب نہیں۔

ملامت شحنۂ بازار عشق است

ملامت صیقل زنگار عشق است

(عشق کے بازار کا کوتوال ملامت ہے۔ ملامت عشق کے زنگ کا صیقل ہے۔)

اسرار : 22

ایک روز حضرت قطب العصر کی خدمت میں حاضر تھا ارشاد فرمایا کہ:

تین چیزوں سے نہ صرف اس سلسلے کی بلکہ تمام سلاسل میں نسبت کا زوال ہوتا ہے:

۱. زنا

۲. شراب خواری

۳. پیر و مرشد سے برگشتہ ہونا۔

ان تینوں معاملوں میں نسبت کا نقصان ہے۔

اے عزیز! اگر کوئی بھول سے زنا کر لے، شراب پی لے پھر پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت پیش کرے اور توبہ کر لے تو تجدید بیعت حاصل ہو جائے گی۔ لیکن اگر پیر و مرشد سے پھر جائے اس کا کوئی علاج نہیں ہے اور اس کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہے یہاں تک کہ اس کے پیران کا فیضان بھی اس سے منقطع ہو جائے گا جب تک کہ پھر اپنے پیر کی طرف رجوع نہ ہو جائے۔

فائدہ:

اے بھائی! کچھ لوگوں کو دیکھا ہے کہ زنا و شراب کی آزمائش میں مبتلا ہوئے پھر توبہ کیا اور حصول نعمت نصیب ہوا اور کچھ کو دیکھا کہ پیر سے پھر گئے تو ہلاک ہو گئے اور انہیں کہیں پناہ نہ ملی۔ کفران نعمت کیا مردود ہو گئے۔ نہ اس دنیا میں پناہ ملی اور نہ اُس دنیا میں ملے گی۔

اللّٰھم احفظنا من غضبات الشیخ

(اے اللہ شیخ کے غصے اور عتاب سے ہماری حفاظت فرما)

اسرار : 23

ایک روز حضرت قطب العصر نے فرمایا کہ:

اے عزیز! دو چیزوں کے استعمال سے نسبت زائل ہوتی ہے اور پیران کا فیضان منقطع ہو جاتا ہے۔ ایک چیز تو تاڑی ہے کہ نشہ پیدا کرنے کی وجہ سے وہ حرام ہے، اور دوسری چیز مچھلی ہے کہ اس کے کھانے سے بھی نسبت میں کمی اور پیروں کے فیضان میں انقطاع ہوتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ مچھلی کا نہ کھانا حضرت محبوب جل وعلا امیر سید شاہ ابوالعلا قدس اللہ سرہ کے وقت سے ہے۔ ارشاد ہوا کہ مچھلی کھانے کی ممانعت ہمارے مرشد کے مرشد حضرت مخدوم شاہ حسن علی قدس اللہ سرہ کے وقت سے ہوئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت نہیں کھاتے تھے۔ ایک روز حضرت کے مریدوں میں سے ایک مچھلی کھا کر حصول توجہ کے لیے آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرت مخدوم نے ان سے پوچھا کہ تمہارے منہ سے بو آتی ہے تم نے کیا کھایا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت میں نے آج مچھلی کھائی ہے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا میرا جو مرید مچھلی کھائے گا وہ میرے فیضان

سے محروم رہے گا۔ اس لیے اسی روز سے مچھلی کھانے پر روک لگ گئی ہے۔

فائدہ:

ایک روز بھولے سے اس حقیر نے بھی کھالیا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ چند مہینوں تک اپنی باطنی ترقی میں کمی پائی اور انقباض پیدا ہوا۔ حضرت قطب العصر سے اپنا حال عرض کیا تو ارشاد فرمایا کہ امید قوی ہے کہ تم نے مچھلی کھائی ہوگی۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے بھول سے کھالی تھی۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا: غسل کرو اور دو رکعت نماز صلوٰۃ التوبہ پڑھو۔ اس روز سے میں احتیاط کرنے لگا۔

اے بھائی! مچھلی کے گوشت اور بکری کے گوشت میں فرق ہے حالانکہ دونوں گوشت ہی کی قسم ہیں۔ مچھلی کا گوشت دل میں بہت تیزی سے سختی پیدا کرتا ہے کیوں کہ مچھلی دریا کی ہر چیز کھاتی ہے یہاں تک کہ انسانی مردوں کا گوشت بھی کھالیتی ہے۔ ایک روز میں تاڑ کے درخت کی لکڑی سے مسواک کر رہا تھا۔ حضرت قطب العصر نے دیکھا تو فرمایا تاڑ کی لکڑی میں کچھ تاڑی کا ذائقہ بھی آتا ہے میں نے عرض کیا کہ حضرت سوکھی لکڑی میں تاڑی کا مزہ کیسے آئے گا۔ ارشاد فرمایا: بہر حال اس کا ترک کرنا زیادہ بہتر ہے۔ اے بھائی! اس روز سے ان دونوں چیزوں سے میں بہت احتیاط برتتا ہوں اس لیے تم کو بھی احتیاط لازم ہے۔ یاد دلانے کے لیے یہ واقعہ لکھ دیا۔

اسرار : 24

ایک روز حضرت قطب العصر کی خدمت میں حاضر تھا کہ اس طرح ارشاد فرمایا کہ:

ایک روز حضرت غوث العالمین خواجہ معین الدین چشتی قدس اللہ سرہ نے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو طلب کیا اس وقت خواجہ قطب الدین قدس سرہ نماز ادا کر رہے تھے اس لیے کوئی جواب نہ دیا نماز ادا کرنے کے بعد اپنے پیر دستگیر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خواجہ بزرگ نے ان پر کوئی اعتراض نہیں کیا، لیکن اس زمانے کے مشائخ نے حضرت خواجہ قطب الدین کو بے پیرہ کہا، اس طور پر کہ نماز کی قضا آئی ہے اور پیر کے فرمان کی قضا نہیں ہے۔

اے عزیز! صوفیوں کے مشرب میں اسی طرح ہے کہ مشائخ اپنا پہلا قدم پیر کی محبت واطاعت میں رکھتے ہیں اس کے بعد پیران پیر تک ترقی کرتے ہوئے عالم اعلیٰ تک پہنچتے ہیں اور علمائے ظاہر اوپر سے درجہ بدرجہ پیر تک پہنچتے ہیں۔

فائدہ:

اے بھائی! مجھے اپنے شروعاتی دور میں علماء کی وضع قطع اچھی معلوم ہوتی تھی،

جب حضرت قطب العصر کی توجہ اور عنایت سے پیر و مرشد کے جذبہ عشق تک رسائی ہوئی تو اس میں عجیب ذائقہ نصیب ہوا۔ پھر تو جو کچھ دیکھنا تھا دیکھا اور جو کچھ سننا تھا سنا۔ اللہ تعالیٰ سبھی عزیزوں کو یہ مرتبے عطا فرمائے۔

اسرار : 25

ایک روز حضرت قطب العصر نے فرمایا کہ:

آدمی کو چاہیے کہ جب قوت بازو موجود ہے تو ہاتھ پاؤں گرا کر دوسرے کا محتاج نہ ہو۔ اوّل تو یہ کہ تجارت سے اپنی روزی حاصل کرے اگر اس کا سلیقہ نہ ہو تو کھیتی باڑی سے اپنی ضرورت پوری کرے۔ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو کسی کی ملازمت میں اچھا کام بجا لائے۔ اسی لیے اس حقیر نے دو معاملوں میں دقت دیکھی تو حاکم وقت کی ملازمت قبول کر لی۔ ارشاد فرمایا: اے عزیز! کسی کی نوکری کرتے ہوئے دوسرے پر حاکم ہو جاؤ تو ان پر جبر و ظلم نہ کرو اور خلق و مروّت، رحمت و سخاوت کو اپنا وطیرہ بناؤ تا کہ سب تم سے خوش رہیں۔

فائدہ:

اے بھائی! اس روز کہ جب سے آنحضرت کا اشارہ پا لیا میں نے چند سال حاکم وقت کی ملازمت میں بسر کیا اور اس درمیان حضرت کے ارشاد کے مطابق عمل کرتا رہا اور کوئی شخص مجھ سے ناراض نہ ہوا۔ اگر در پردہ ہوا تو یہ اس کی طبیعت کا معاملہ ہوگا۔ اس شعر کے مطابق ؎

نیش عقرب نہ از پی کین است

مقتضای طبیعت این است

(بچھو کا ڈنک مارنا کسی دشمنی کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ وہ اس کی فطرت کا تقاضہ ہے۔)

اسرار : 26

میں ایک روز حضرت قطب العصر کی خدمت میں حاضر تھا۔ ارشاد ہوا:

اے عزیز! کھیتی میں بھی غصب کیے ہوئے مال سے پرہیز کرو اور اس معاملے میں خود پر پوری تاکید کے ساتھ احتیاط رکھو۔ اسی طرح تجارت میں بھی دگنے منافع سے بچے رہنا بہتر ہے اور نوکری کے عہدے پر بھی رشوت سے اس حدیث کے مطابق بچے رہو کہ **الراشی و المرتشی کلاھما فی النّار** یعنی رشوت دینے والا اور رشوت قبول کرنے والا دونوں دوزخی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا خوف کھاؤ اور محتاط رہو۔

فائدہ:

اے بھائی! میں جب تک حاکم وقت کی رفاقت میں رہا حتی الامکان احتیاط کرتا رہا۔ اور جہاں کہیں شبہہ بھی ہوا تو اسے ترک کر دیا۔ اے بھائی! رشوت لینے میں دونوں جہان کا نقصان لینے والے کو ہے۔ عاقبت میں حق تعالیٰ کی پکڑ ہوگی اور دنیا میں اس کے سبب بلا و مصیبت میں گرفتاری میں نے دیکھی ہے۔ اور جو کوئی اس مال سے صدقہ نکال

دیتے ہیں وہ اگر دنیا میں مصیبت سے بچ بھی جائیں لیکن عاقبت وآخرت کی پکڑ سے بری نہیں ہوں گے۔اس جہان میں ان کا بلاو مصیبت سے بچ جانا اس حدیث کی وجہ سے ہو سکتا ہے:الصّدقة رد البلاء یعنی صدقہ بلاؤں کو دور بھگاتا ہے۔اور جو اس میں بھی بخل سے باز نہیں آتے وہ تو دین ودنیا دونوں کی بربادی والے ہیں۔

اسرار : 27

ایک روز حضرت قطب العصر نے اس طرح ارشاد فرمایا کہ:

دنیا میں بہت سے درویش (نما) یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ میں نے توکل اختیار کرلیا ہے، حالانکہ وہ اس کا معنی کچھ بھی نہیں سمجھتے۔ توکل کا معنی یہ ہے کہ خدا کو اپنا وکیل جانے۔ چاہے اس کی روزی کی سبیل ملازمت ہو یا کھیتی باڑی، یا پھر تجارت کرتا ہو، ہر حال میں وہی رزاق مطلق اس وسیلے سے مجھے روزی بخشتا ہے ورنہ کسی میں یہ رزق دینے کی طاقت کہاں۔ رزق کا کفیل وہی ہے اس نے یہ سب ذرائع پیدا کردیئے ہیں۔ اور ہم یہ کام نہ کریں تو ایسی حالت میں بھی وہ زندگی بھر رزق بخشے گا کیوں کہ رزق کا ضامن وہی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اس کا عقیدہ پختہ ہو گمان نہ ہو تب سمجھو کہ وہ متوکل ہے۔ اگر تلاش رزق چھوڑ کر گوشہ نشیں ہوجائے اور پریشان رہے کہ اگر فلاں آدمی میرے آگے کچھ نہیں لائے گا تو میں کیا کھاؤں گا اور اسی کے لانے پر میرے اوقات بسر ہوتے ہیں تو سمجھ لو کہ وہ متوکل نہیں ہے حالانکہ بظاہر اس نے توکل اختیار کیا ہوا ہے لیکن مخلوق سے امید لگائے اور اللہ تعالیٰ کو بھولے بیٹھا ہے اگرچہ اپنا عقیدہ کچھ بھی بیان کرتا ہو لیکن بے سامانی کے سبب

خطرے اور فکر میں مبتلا ہے بظاہر خدا پر بھروسہ رکھنا اور بباطن مخلوق سے امید رکھنے کا توکل سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

فائدہ:

اے بھائی! توکل میں اسباب و وجوہات کی تلاش نہیں کرنی چاہیے۔ جو کچھ کسی کے ذریعہ مل جائے اسے ہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے آیا ہوا جان لے ؎

خدا خود میر سامان است اصحاب توکل را

(توکل کرنے والوں کے سارے معاملات کا نگراں خدا خود ہے)

اس حقیر نے حاکم وقت کی رفاقت میں اسی طرح دیکھا اور پایا۔ اور آج تک کہ کوئی ظاہری سبب کسی جانب سے نظر نہیں آتا لیکن معاملہ وہی ہے۔

اسرار : 28

ایک روز حضرت قطب العصر کی خدمت بابرکت میں حاضر تھا کہ ارشاد ہوا کہ:

اگر سفر میں ہونے والی مصیبت پر صابر اور اس کی غایت پر شاکر رہو تو (اچھا ہے) سب سے پہلے اپنی طبیعت میں حلم و بردباری پیدا کرو۔ اور عاجزی و انکساری کو اپنا وطیرہ بنالو۔ تب جا کر مسافرت اختیار کرو اور جہاں کہیں کسی درویش کا پتہ پاؤ تو اس کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ اور ادب کا شیوہ اختیار کرو کیے ہوئے، قیل وقال سے بچتے ہوئے، خموشی کے سلیقے کے ساتھ حاضر رہو۔ اگر وہ درویش بظاہر درویشی کا روپ دھارے ہوئے ہو تب بھی اس کے لباس درویشی کا پاس ضرور رکھنا چاہیے۔ اگر اس درویش کی صحبت میں فائدہ نظر آئے تو خدمت میں حاضر باش رہو اور اگر نقصان دکھائی دے تو پرہیز کرو۔ اور اہل دنیا کے دولت کدے کا رخ نہ کرو۔ اگر کوئی دنیادار معتقد ہو اور وہ گذارش کرے تو ایسی حالت میں اس کا دل نہ توڑو، لیکن اس کو اپنی عادت نہ بناؤ۔ اے عزیز! پہلے بزرگوں کے معمولات جیسے تھے میں نے بیان کر دے اور میری پیروی کرنے والوں کے لئے اسی میں ہدایت ہے **للعاقل تکفی الاشارۃ** (عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے)۔

فائدہ:

اے بھائی! مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جس روز سے میں نے خود کو مسافرت کی راہ پر ڈالا ہے ہمیشہ حضرت کے ارشاد کے مطابق اپنا معمول رکھا ہے۔اس لیے اے بھائی انہیں نصیحتوں پر تم بھی عمل پیرا رہو۔

اسرار : 29

ایک روز میں حضرت قطب العصر کی خدمت میں حاضر تھا۔ میں نے عرض کیا کہ یا حضرت میں چاہتا ہوں کہ کبھی کبھی حضرت امام العاشقین شاہ رکن الدین عشق قدس سرہ کے مزار پر حاضر ہو کر نعمت باطنیہ کے حصول کے لیے مراقب ہوا کروں، اور چاہتا ہوں کہ (صاحب) مزار سے استفادے کی ترکیب (آپ سے) حاصل کروں۔ حضرت قطب العصر نے اس طرح جواب ارشاد فرمایا:

اے عزیز! جب تک کہ سامنے کے زندہ بزرگوں سے فیض حاصل نہیں ہوتا اہل قبر سے توقع نہ رکھے اگر چہ وہ پیران سلسلہ ہی کیوں نہ ہوں حالانکہ میں اس طرح کے فیض اویسی کے بارے میں خوب جانتا ہوں۔

اے عزیز! دین و دنیا کے سارے معاملے کا دارومدار وساطت پر ہے مثال کے طور پر ایک شخص بادشاہ کے امرا کے یہاں رسوخ رکھتا ہے یہاں تک کہ یہ نوبت آتی ہے کہ وہ بادشاہ کے قریب پہنچ جاتا ہے تو اسے نہیں چاہیے کہ بادشاہ کے حضور التجاو گذارش بغیر کسی وساطت یا ذریعہ کے کرے اور اگر ایسا کرے گا تو ایک روز اس کے لیے نقصان کا باعث

ہوگا۔اسی طرح جس کسی کو پیر کی صحبت حاصل ہوئی وہ دوسرے بزرگوں کے پاس یا اولیاء اللہ کے مزارات پر نہ جائے البتہ پیر کی صحبت سے محرومی ہو تو اسے اختیار ہے۔

اے عزیز! بزرگوں کے مزار فیض سے مریدین و طالبین خدا اگرچہ مالا مال ہوئے ہیں لیکن جو باریکیاں سامنے کے زندہ بزرگوں سے حل ہوں گی وہ وہاں کس طرح سلجھیں گی ہر چند کہ بزرگوں کو طاقت (تعلم وفیض رسانی) حاصل ہے تاہم جو ذات احدیت میں مستغرق ہیں وہ کب ہم جیسے کے حال زار پر (اس قدر) متوجہ ہوتے ہیں (کہ باقاعدہ سامنے کے زندہ بزرگوں کی طرح تعلیم وتربیت کرتے رہیں)۔

اے بھائی! جن کو فنافی الشیخ کا رتبہ حاصل ہوا ہے ان کا تو یہ عالم ہے کہ سوائے پیر ومرشد کی ذات بابرکت کے اپنے پیران پیر سے بھی کبھی کسی معاملے میں التجا نہیں کرتے ہیں۔اس لیے جہاں تک ہوسکے اپنے پیر کی صحبت کو بھرپور حاصل کرو تاکہ کامیاب ہوجاؤ۔

اے عزیز! تمہارے حق میں جو میں نے بہتر سمجھا وہی کہا۔جب تک کہ تمہارا وقت تمہیں اس لائق نہ بنادے اور استعداد عالی نہ پیدا ہوجائے اس وقت تک جو اشغال و اذکار تمہیں تعلیم دیئے گئے ہیں اس کے علاوہ کچھ بھی کروگے فائدہ حاصل نہیں ہوگا اور (امید قوی رکھو کہ) اللہ تعالیٰ بہت جلد تمہارے حال پر رحم فرمائے گا۔(انشاءاللہ)

فائدہ:

اے بھائی! جب تک میں حضرت قطب العصر کی صحبت شریف میں رہا نہ تو کسی بزرگ کے پاس بیٹھا اور نہ کسی صاحب مزار تک پہنچا۔اس دوران کوئی مسئلہ یا خطرہ پیدا ہوتا تو وہ حضرت کی صحبت شریف میں ان کی جانب توجہ کامل سے حل اور دور ہوجاتا۔پھر جب آپ کی صحبت شریف سے دوری ہوتی، یعنی جب میں بہار چلا جاتا تو حضرت سے

اجازت طلب کرتا اور بہار میں حضرت مخدوم الملک شاہ شرف الدین احمد یحییٰ منیری فردوسی البہاری قدس اللہ سرہ کے مزار مبارک، جس سے ہمارے مرشدوں کو بھی فیض حاصل ہوا ہے، پر حاضر ہو کر مراقبہ کرتا۔ پھر اپنے انتقال سے چند ماہ پہلے مزار (بزرگان) سے فیض کے حصول کی ترکیب حضرت نے مجھ سے ارشاد فرمائی۔ اے بھائی! حضرت قطب العصر کے انتقال کے بعد میں نے (بزرگوں کے) مزارات سے فیض حاصل کرنے کے لیے سفر اختیار کیا اور جو کچھ میرے نصیب میں تھا وہ نعمت مجھے حاصل ہوئی، اور وہ حضرت قطب العصر کے فیض و توجہ کے صدقے میں ہوئی۔ ورنہ اس حقیر کو کہاں یہ مجال کہ ان بزرگوں سے حصول فیض کر سکے۔ لہٰذا اس تحریر سے مقصود یہ ہے کہ اے بھائی! اگر تمہیں پیرو مرشد کی صحبت حاصل ہے تو اسے غنیمت جانو اور کسی دوسری طرف منھ نہ کرو اور کوئی کام بغیر اجازت پیر نہ کرو۔

اسرار 30

ایک روز یہ حقیر دانا پور (شاہ ٹولی) کی مسجد میں حضرت قطب العصر کی خدمت میں حاضر تھا تو اس طرح ارشاد فرمایا کہ کچھ جانتے ہو کہ اہل دنیا کسے کہتے ہیں؟ یہ کمترین حضرت سے جواب پانے کی امید میں خاموش رہا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا:

لوگ جسے درویشی کے لباس میں دیکھتے ہیں درویش کہنے لگتے ہیں اور جس میں ظاہری کروفر دیکھتے ہیں اسے دنیاداروں میں شمار کر لیتے ہیں حالانکہ میں نے خود اپنی تحقیق میں اس کے بالکل برخلاف پایا۔ اے بھائی! اگر کسی کو ظاہری طور سے جاہ وجلال کے لباس میں دیکھو لیکن اس کا کوئی لمحہ اس تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ پاؤ تو اسے فقیر سمجھو اور جس کسی کو ظاہری جُبہ ودستار کے ساتھ دیکھو لیکن اس کا باطن یادالٰہی سے غافل ہو تو وہ دنیادار سے بھی بدتر ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو بڑا دھوکا ہے کیوں کہ بہت سارے بزرگان خود کو لوگوں کی نظر سے چھپانے کے لیے دنیاداروں کی روش اختیار کر لیتے ہیں اور حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ اس سلسلے میں فرماتے ہیں ؎

اہل دنیا کافران مطلق اند

روز و شب در ذق ذق و در بق بق اند

اس سے مراد دولت ظاہری کے شمار پر نہیں ہے بلکہ ذکر تعالیٰ سے غفلت پر ہے۔

صاحب نان حلوا فرماتے ہیں ؎

چیست دنیا از خدا غافل بد دن

نہ متاع و نقرہ و فرزند و زن

(دنیا خدا سے غافل ہونا ہے مال و دولت اور آل اولاد سے نہیں)

چنانچہ یہاں پہنچ کر نتیجہ یہ حاصل ہوا کہ حق تعالیٰ سے جو غافل ہیں وہ دنیاداروں میں سے ہیں اور اس تعالیٰ کو ہمیشہ یاد رکھنے والے فقیروں میں سے ہیں۔ ظاہری شان و شوکت فقیری کی راہ میں روکاوٹ نہیں ہے سوائے اس کے کہ ان سے تعلق پیدا نہ کرے اور فقیروں کے لباس میں مال جمع کرنا دنیاداروں سے بھی بدتر ہے۔

فائدہ:

اے بھائی! حضرت قطب العصر کے اس ارشاد سے مجھے تحقیق ہوا کہ جو کوئی حق تعالیٰ سے تعلق رکھے اسے فقیر کہنا چاہیے اور جو کوئی مخلوق سے تعلق رکھے وہ دنیاداروں میں سے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ مولیٰ کے طلبگار اور طریقت کے سالکان ایک لمحہ کے لیے بھی اس تعالیٰ کی یاد سے غفلت نہ برتیں خواہ دولت و حشمت کی نمائش ہی کیوں نہ رکھتے ہوں۔ حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی کے مقولے کے مطابق عمل کرو ؎

درویش صفت باش و کلاہ تتری دار

جب تک اپنے باطن سے مخلوق کا تعلق دور نہ کرو اس وقت تک صوفیوں کا جامہ نہ پہنو۔ اس نصیحت پر دل و جان سے کوشش کرو۔

اسرار 31

ایک روز حضرت قطب العصر کی خدمت میں حاضر تھا۔ حاضرین مجلس کی زبان پر بزرگوں کے کشف کا تذکرہ چھڑ گیا۔ حضرت قطب العصر نے فرمایا کہ کشف کی تین قسمیں ہیں۔

درویشوں کے نزدیک ایک کشف عینی ہے کہ اگر کوئی ہزار فرسنگ بھی دور ہو تو اس کا معائنہ درویش بالکل اس طرح کرتے ہیں جیسے کہ آنکھوں کے سامنے ہو اور کسی قسم کا حجاب نہ رہے۔

دوسری قسم کشف قلبی ہے یعنی قلب کے کشف کے ذریعہ درویش پر جو کچھ ظاہر ہو، خواہ الہام زبانی کی وساطت سے ہو یا واردات قلبی کے ذریعہ۔ تیسری قسم کشف رویا ہے کہ درویش کو خواب کے عالم میں حال معلوم ہو، ماضی کا حال بھی اور مستقبل کا حال بھی۔ لیکن اس طائفہ (فقرا) کا دارومدار کشف پر نہیں ہوتا۔ اگر ظاہر ہوا تو ٹھیک ہے اور نہ ہوا تو نہ سہی۔ یہ فقر کے لیے ضروری ہے لیکن فقیری کا مدار کشف پر ہرگز نہیں۔ اگر کوئی فقیر کشف کے شغل پر خاصی توجہ دیتا ہے تو وہ حق تعالیٰ کی جانب سے ضرور غفلت پائے گا بلکہ زیادہ تر

بزرگوں نے کشف کی طرف متوجہ ہونے سے اپنے خلفاء کو منع فرمایا ہے حضرت مخدوم شاہ شرف الدین احمد یحیٰی منیری فردوسی قدس اللہ سرہ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں:

کشف گوئی راکفش باید زد

(کشف بتانے والے کو جوتے مارنا چاہیے۔)

اور کچھ لوگوں نے اپنی دوکانداری کے لیے بازار کشف گرم کر رکھا ہے اور خود کو فقیر کہلاتے ہیں درحقیقت وہ فقیر نہیں ہیں۔(ان کا) یہ معاملہ عمل سے تعلق رکھتا ہے جو کہ علوی یا سفلی ہوتا ہے۔

جو کوئی اسماء الٰہی کی دعوت دے کر (اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ ذکر و ندائے الٰہی کی ایک خاص ترکیب) چلّے کھینچے اور مؤکل کو اپنے تابع کرلے، اور مؤکلوں کے بیان کے نتیجے میں لوگوں پر اپنے غیب دانی کا اظہار کرے، اور لوگ اس کی باتیں سن کر اس کے کشف کی دلیل سمجھیں، جبکہ وہ (بجائے صاحب کشف ہونے کے) عامل ہے اور جو کچھ بیان کرتا ہے وہ عمل کے ذریعہ کرتا ہے۔اور کچھ سفلی عمل کر کے ہمزاد کو تابع کر لیتے ہیں اور وہ اسے ہر دم خبر دیتا رہتا ہے اور یہ عمل سفلی کرنے والے خود کو اولیاء اللہ کہلاتے ہیں۔اور اگر اس کے معتقدین اس کی چال ڈھال خلاف شرع دیکھتے بھی ہیں تو اس سے اعتقاد نہیں ختم کرتے، بلکہ اسے مجذوبوں میں سمجھتے ہیں۔

اے عزیز! یہ دونوں گروہ حق تعالیٰ کی جانب سے غفلت میں مبتلا ہے اور اپنا رتبہ درویشوں میں سے سمجھ رہے ہیں۔ان کی صحبت سے، جتنا تم سے ہو سکے، دور رہو اور درویشوں کی خدمت میں رہ کر خدا کو پہچانو۔

فائدہ:

اے بھائی! شروع میں میں بھی اہل کشف کو کامل درویشوں میں سمجھتا تھا اور کچھ

بھائیوں کو صاحب کشف دیکھ کر میں بھی کشف کے حصول کی طرف رغبت رکھتا تھا۔ ایک روز میں چاہتا تھا کہ حضرت قطب العصر سے حصول کشف کے لیے عرض کروں، لیکن ادب کی وجہ کر عرض نہ کر سکا۔ لیکن اسی روز سے دوسروں کا حال مجھ فقیر پر کشف ہونے لگا۔ معلوم یہ ہوا کہ یہ معاملہ حضرت کی توجہ باطنیہ کا نتیجہ تھا جو مجھ پر گذرا۔ گمان غالب ہے کہ میری حالت دلی سے آپ آگاہ ہو گئے ہوں گے۔ چند دنوں کے بعد یہ نوبت ہوگئی کہ میرا کشف میرے لیے ہرج اوقات کا باعث بن گیا اور مراقبہ میں بھی خلل پیدا ہونے لگا۔ جب ایک مدت تک یہی عالم رہا تو حضرت قطب العصر نے ارشاد فرمایا:

لگتا ہے آج کل تم کو کشف قلبی کچھ زیادہ ہی ہے لیکن باطنی ترقی کا عالم کیا ہے۔ میں نے اپنا سارا حال عرض کیا۔ حضرت نے کشف کی جانب توجہ دینے سے منع فرمایا۔ چنانچہ حضرت کی نعلین کی برکت کے طفیل اسی روز سے اس سے نجات حاصل ہوگئی۔ سوائے اس کے کہ کسی واردات کے وقوع پذیر ہوتے وقت سچی خبر کے ذریعہ آگاہ ہو جاتا ہوں۔

اے بھائی! کشف کی طرف ہرگز رغبت نہ کرو جب کبھی اللہ تعالیٰ تمہیں باطنی صلاحیت عنایت فرمائے گا تو اس معاملے سے بھی باخبر کر دے گا اور تم پر تینوں قسم کے کشف ظاہر ہو جائیں گے اور ان دو گروہوں (علوی و سفلی عمل کرنے والوں) پر ہرگز عقیدہ نہ رکھو ورنہ یہ گمراہی میں مبتلا کر دیں گے۔ خبردار! یاد رکھو۔

اسرار : 32

ایک روز عظیم آباد میں حضرت قطب العصر کے بافیض آستانہ پر حاضر تھا۔ (انہوں نے) زبان بافیض سے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ بعض بزرگوں کو شان وشوکت کے ساتھ فقیری عطا فرماتا ہے اور بعض فقیری کو فاقے کی لذت کے ساتھ بسر کرتے ہیں۔ لیکن صاحب شان وشوکت ہوں یا صاحب فقر وفاقہ، مرتبے کے اعتبار سے دونوں ایک ہوتے ہیں۔ مرتبے کی کمی بیشی حق تعالیٰ کی جانب سے ہوتی ہے۔ جسے چاہتا ہے ترقی بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے کم کر دیتا ہے''۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی:

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ جاہ وجلال اور شان وشوکت والی فقیری کے ساتھ سفر فرما رہے تھے۔ پرتکلف خیمے، رسّی کے بجائے کلابتو اور سونے چاندی کی میخیں وغیرہ اس پر دوسرے سامانِ سفر کا قیاس کرلو کہ ایک مسافر شخص بظاہر فقیر صورت ڈنڈا

ٹیکتا حضرت کی خیمہ گاہ میں پہنچا اور حضرت کے خادموں سے پوچھا کہ یہ پرتکلف خیمہ بادشاہ کا ہے یا وزیر کا۔ حضرت کے خادموں نے جواب دیا کہ یہ خیمہ بادشاہ یا وزیر کا نہیں بلکہ یہ خیمے ایک فقیر سید الاوتاد و الابرار زمان خواجہ عبید اللہ احرار کے ہیں۔ پوچھنے والے کے دل میں یہ وسوسہ گذرا کہ فقیر کو جاہ وجلال، شان وشوکت سے کیا کام۔ اس کے بعد خیمہ کے اندر حضرت کے روبرو حاضر ہوا۔ حضرت خواجہ نے اس مسافر کے لیے کھانا منگوایا جس میں قسم قسم کی چیزیں تھیں۔ اس مسافر نے کہا، یا حضرت میں تو آپ کے دسترخوان پر شریک ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت نے تین بار اس سے اصرار کیا کہ وہ یہ کھانا کھالے، لیکن جب اس مسافر کی رغبت اُسی طرف دیکھی تو خادموں سے فرمایا کہ اس کا کھانا اٹھا رکھو اور میرے کھانے کے وقت لے آنا۔

پھر جب حضرت (خواجہ احرار) کے کھانے کا وقت ہوا تو حضرت نے اس مسافر کو اپنے دسترخوان پر شریک کرلیا۔ خادموں نے حضرت کے لیے معمولی غذا جو کی خشک روٹی اور بے تیل ونمک کا سالن دسترخوان پر رکھا۔ حضرت نے اسے بھی اپنے کھانے میں شریک کرلیا۔ خود تو بڑی رغبت کے ساتھ تناول فرمانے لگے لیکن جب اس مسافر کے حلق سے ایک لقمہ بھی نہ پار ہوسکا تو حضرت نے اس مسافر کا وہی کھانا منگوایا جو حسب حکم رکھ دیا گیا تھا اور اسے کھانے کی اجازت عطا فرمائی۔ پھر جب صبح ہوئی۔ حضرت خواجہ احرار نے اپنے معمول کے مطابق سونے چاندی کی کھونٹیوں کو قرب وجوار کے مسکینوں کے حوالے کردیا تا کہ اپنے استعمال میں لائیں۔

یہ حال دیکھ سن کر وہ مسافر بڑا متحیر ہوا۔ اس کے دل کی حالت سے حضرت آگاہ ہوئے، اور فرمایا کہ اے شخص، یہ سونے کی میخ مٹی میں گڑی ہے دل میں نہیں۔ سونے کی محبت فقیر کے دل میں کچھ نہیں ہوتی۔ اس فقیر کو اس معاملہ پر حسد ہوا اور اس نے کہا کہ اچھا

تو میں رخصت ہوتا ہوں خواجہ احرار نے فرمایا: تم کہاں جاؤ گے اس نے جواباً عرض کیا کہ کعبہ کی طرف جاتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے ساتھ ہو جاؤ میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ اس نے کہا: تم ان سب نوکر چاکر، شان وشوکت کے ساتھ کعبہ تک کہاں پہنچ پاؤ گے۔ حضرت نے فرمایا: میں یہ سب چھوڑ چھاڑ کر تمہارے ساتھ پیدل چلوں گا۔ اس مسافر نے سمجھ لیا کہ یہ کسی طرح بھی میرے ساتھ چلنا چاہتے ہیں تو وہ راضی ہو گیا اور حضرت کے ساتھ ہو گیا۔ جب اس نے قدم آگے بڑھایا تو پھر رک کر کہنے لگا کہ میں عصا اور کشتہ (طاقت کی دوا) چھوڑ آیا ہوں ذرا رکنا میں آتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا: بس چند قدم چلے کہ عصا اور کشتہ (طاقت کی دوا) کی یاد آ گئی اور میں نے یہ سارے کروفر چھوڑ دیے اور میرے دل میں کوئی خیال پیدا نہ ہوا۔

الغرض یہ کہ اس روز سے حضرت ملک حجاز کے سفر پر روانہ ہوئے۔ ایک روز ایک بستی میں پہنچے۔ اس بستی میں ایک متوکل درویش مقیم تھا۔ اس نے کشف سے پتہ چلا لیا کہ ایک درویش جاہ وجلال کے ساتھ اس بستی میں آئے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے گھر گیا اور اہلیہ سے حضرت کی دعوت کے لیے خواہش مند ہوا۔ اس وقت گھر میں تھوڑا سا جو کا آٹا اور مسور کی دال موجود تھی۔ اسے پکا کر اپنے ایک مرید سے فرمایا کہ یہ کھانا حضرت کی خیمہ گاہ میں لے جاؤ اور حضرت کے خیمہ کے پاس (ادب سے) بیٹھ جاؤ۔ جب طلب فرمائیں حوالے کر دینا۔ چنانچہ مرید نے اسی طرح کیا۔ جب حضرت کے کھانے کا وقت آیا تو خادموں سے کہا کہ ایک درویش کے گھر سے میری دعوت آئی ہے، لے آؤ۔ خدام جب خیمہ کے باہر پہنچے تو اس شخص کو دیکھا۔ چنانچہ اس درویش کے مرید کو کھانے کے ساتھ حضرت کے حضور میں پیش کر دیا۔ حضرت خواجہ نے ایک لقمہ کھایا اور ذوق محسوس کیا۔ پھر جب صبح ہوئی تو اس درویش سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ جب دونوں بزرگوں

کے درمیان ملاقات ہوئی تو دونوں مراقب ہوکر اپنے اپنے مراتب کو دریافت کرنے لگے۔ حضرت خواجہ نے اپنا اوران کا مرتبہ مساوی پایا تو دل میں یہ خطرہ پیدا ہوا کہ نہیں پتہ کسے (خانہ کعبہ کی زیارت سے) نوازتے ہیں اور کسے چھوڑتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے اس رتبے کا معاملہ میرے حق میں جاہ وجلال کے ساتھ عطا فرمایا ہے اور وہی مرتبہ اس درویش کو دنیا کی تنگی کے ساتھ عطا فرمایا ہے۔ اسی وقت یہ خطرہ اس درویش کے دل پر منعکس ہوگیا اور زبان پر آیا کہ جسے نوازتے ہیں اسے طواف خانہ کعبہ کے لیے بھیجتے ہیں اور جسے چھوڑتے ہیں کعبہ کو اس کے طواف کے لیے بھیجتے ہیں۔ یہ بات زبان پر آئی تھی کہ حاضرین کے معاینہ میں آیا کہ اس درویش کے چہار طرف کعبہ طواف کرتا ہے۔

اے عزیز! یہاں پر رتبہ کو سمجھو کہ بہر حال رتبہ برابر رہا ایک کی فضیلت کعبہ کو پہنچنا ہے اور دوسرے کی فضیلت کعبہ کا پہنچنا ہے۔ اسی لیے درویشوں کے مقامات کے معاملہ میں مراتب کا فرق نہیں کرنا چاہیے۔

فائدہ:

اس مجلس کے نقل کرنے میں غرض یہ ہے کہ اس زمانے میں بعض ناسمجھ لوگ اپنی خبر تو رکھتے نہیں لیکن بزرگوں کے مراتب کو پہچاننے کا دعویٰ کرتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کی فضیلت پر بحث کرتے ہیں۔ جان لو کہ ایسا کر کے وہ لوگ اپنے دین کو ضائع کرتے ہیں۔ اگر اولیاء اللہ کے مراتب میں کوئی کمی بیشی ہوئی تو حق تعالیٰ کی جانب سے مصیبت آجائے گی اور بعض لوگ جاہ وحشمت والے کو متوکل درویشوں پر فضیلت دیتے ہیں اور بعض اس کا الٹا سمجھتے ہیں۔ دراصل یہ دونوں خسارے میں ہیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے بچا کر رکھے۔

اسرار : 33

ایک روز حضرت قطب العالم مخدوم شاہ محمد منعم پاک قدس اللہ سرہ کے عرس شریف کے موقع پر داناپور سے عظیم آباد پہنچنے میں تھوڑی دیر ہوگئی۔ چنانچہ عین جب مجلس سماع گرم تھی میں حاضر ہوا اور حضرت قطب العصر کے معانقہ سے مشرف ہوا۔ جب مجلس تمام ہوئی حضرت قطب العصر میری جانب مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ اپنے پیران کے عرس میں خود کو حاضر رکھنا برکت کا باعث ہے، اور اس سے باطنی ترقی کا ظہور ہوتا ہے۔ اے عزیز! اپنے اپنے پیر و مرشد کے عرس میں حاضری کو اپنے اوپر فرض سمجھو۔ اور پیران پیر کے عرس میں حاضری کو واجب جانو۔ اور پیران عظام کے اعراس میں حاضری کو مسنون جانو۔ اور دیگر بزرگوں کے اعراس میں پہنچنا مستحب ہے اور اس سے باطنی مدارج کی ترقی نصیب ہوگی۔ پیران کے عرس میں نذر پیش کرنا فخر و سعادت کا معاملہ ہے۔ اس سے اس کے رزق میں برکت ہوگی اور پیران کی روح اس کی ہمت و سخاوت سے خوشنود ہوگی۔ ورنہ پیروں کو نذر مریدان کی کوئی پروا نہیں۔

فائدہ:

اے بھائی! اس روز سے یہ حقیر حضرت کے ارشاد کے مطابق معمول رکھتا ہے اور اگر کسی مجبوری کے سبب عرس میں پہنچنا ممکن نہیں ہوتا حضرت قطب العصر کی نذر حضرت ولی نعمت (حضرت سید شاہ مبارک حسین قدس سرہ) کی خدمت میں ارسال کرتا ہوں اور اپنی حیثیت کے مطابق اپنی جائے قیام پر حضرت قطب العصر کے عرس کی مجلس کرتا ہوں اور اسی سبب سے اس حقیر کے سینے میں نعمت پہنچی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ عزیزوں کو بھی مراتب کی ترقی عطا فرمائے۔

اسرار : 34

ایک روز یہ حقیر داتا پور کی مسجد میں حضرت قطب العصر کے حلقہ میں اپنے پیر بھائیوں کے ساتھ مراقب تھا۔ لیکن ایک ضرورت سے حضرت قطب العصر کے مراقبے سے اٹھنے سے پہلے ہی میں فارغ ہو کر اپنے گھر چلا آیا۔ تھوڑی دیر بعد جب میں پھر حضرت قطب العصر کی خدمت میں پہنچا تو پیر بھائیوں سے معلوم ہوا کہ حضرت قطب العصر پر ایک حالت طاری ہوئی تھی اور اس حالت میں آپ کا عالم یہ تھا کہ کیفیات کے نا متناہی سمندر کی موجوں میں غواصی کر رہے تھے اور تمام حاضرین سے آپ نے معانقہ فرمایا۔ مجھے یہ حال سن کر بہت افسوس ہوا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت نے فرمایا: اے عزیز! طالبین مولیٰ ایسے ہی وقت کو حاصل کرنے کے لیے پیر و مرشد کی صحبت سے دور ہٹنا گوارا نہیں کرتے ہیں۔ یاد رکھو۔

فائدہ:

اے بھائی! اس روز سے کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ حضرت قطب العصر کے مراقبے سے اٹھنے سے پہلے میں مراقبے سے فارغ ہو جاؤں۔ اور جب حضرت کو کیفیات میں دیکھتا

ہوں تو کبھی بھی حضرت کی صحبت سے مفارقت نہیں کرتا ہوں۔ اسی طرح مجلس سماع میں حضرت کے ساتھ حاضر رہ کر حصول فیض کا امیدوار رہتا ہوں، اور ذائقہ چکھتا ہوں۔ اس لیے سالکان راہ طریقت کے لیے واجب ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنے پیرومرشد کی صحبت سے جدا نہ ہوں۔

اسرار : 35

ایک روز قطب العصر کی خدمت میں حاضر تھا کہ ارشاد ہوا:

اللہ تعالیٰ نے بے ماں باپ کے بچے کو اس کے دادا کی زندگی میں وراثت سے محروم کردیا ہے۔ اس میں بھی حکمت بتائی گئی ہے۔ دیکھا جاتا ہے کہ اس کے دادا کی شفقت و رحم دلی اس یتیم بے باپ کے بچے کے حق میں کیسی ہے۔ اگر وہ اپنی جدی شفقت سے اسے حصہ دے دیتا ہے تو گناہگار نہیں ہوتا بلکہ رحم دلی کے ثواب کا حقدار ہوتا ہے۔ یہ اس حدیث سے واضح ہے جس میں یتیموں پر شفقت کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ بندوں کو آزماتا ہے کہ دادا اپنے یتیم پوتے پر مہربانی کرتا ہے، یا صرف اپنا نفع نقصان دیکھتا ہے اور اس کے دل میں رحم و شفقت باقی نہیں رہی، وہ معاملے کو شریعت کے حوالے کردیتا ہے۔

اے عزیز یتیموں پر اللہ تعالیٰ خود مہربان ہے تم اگر ماں باپ کی جانب سے یتیم ہو جاتے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں ظاہری ترقی عطا فرمائے گا اور اسی طرح اگر کوئی اپنے پیرومرشد (کے وصال) سے یتیم ہو جائے گا تو اس کو بھی (اس کے فضل سے) ترقی باطنی حاصل ہوگی۔

فائدہ:

اے بھائی! جب میں ہوش والا ہوا تو حضرت قطب العصر کی خدمت میں ظاہری ترقی مجھے حاصل ہوگئی اور آپ کے وصال کے بعد باطنی انشراح کی ترقی بھی ہونے لگی۔ اللہ تعالیٰ آپ عزیزوں کو بھی (اپنے پیرومرشد کے) عالم حیات اور (اپنے پیرومرشد کے) وصال کے بعد بلند مرتبے عطا فرمائے اور ایمان کے ساتھ خاتمہ بخیر فرمائے۔

اسرار : 36

ایک روز حضرت قطب العصر کی خدمت میں حاضر تھا تو یوں فرمایا کہ:
جب کبھی سالک چاہے کہ ہر چیز تعلق منقطع کرے تو اس کی ترکیب یہ ہے کہ پہلے اہل وعیال کو اپنے دل سے دور کرے اور اپنی شفقت مریدوں اور مسترشدوں پر نثار کرے۔ جب اس سالک کو یہ معاملہ درپیش ہوتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ اس کے اہل و عیال کو یتیم سمجھتا ہے اور اپنے لطف وکرم کی وادی میں انہیں جگہ عطا فرماتا ہے۔ پھر جب سالک چاہے کہ سوائے محبت الٰہی کے سب سے قطع تعلق ہو جائے تو اپنے دل کو مریدوں کی محبت وشفقت سے بھی دور کرلے اور اس تعالیٰ کی معرفت سمندر میں مستغرق ہو جائے۔ تب اللہ تعالیٰ مریدوں اور مسترشدوں کو بھی یتیم جان کر انہیں بھی ترقی باطن عطا فرمائے گا۔

فائدہ:

اے بھائی جس روز سے اہل وعیال کی شفقت کو دل سے نکال دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس ترک تعلق کے نتیجے میں ایسی نظر عنایت اس فقیر کے حال پر فرمائی ہے کہ اس کی شکر گذاری کا حق ادا کرنا ممکن نہیں ہے اور اسی طرح انہیں بھی اس حقیر کا محتاج نہیں رکھا ہے

اوراب اپنی ذات میں اپنے فضل سے مجھے مستغرق فرمادیا ہے۔ بزرگوں کے راز بھی عجیب
ہیں کہ ایک حرکت میں دولطف حاصل ہو۔ یعنی دونوں طرف کی ترقی کا باعث بنتا ہے ؎

چه خوش بود که بر آید بیك کرشمه دو کار

اسرار : 37

ایک روز حضرت قطب العصر کی خدمت میں حاضر تھا کہ مجھ حقیر کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا:

اے عزیز! جب تک کہ اپنے قوت بازو سے تمہیں حسب ضرورت حاصل ہو رہا ہے اس وقت تک حسب ضرورت حصول دنیا کا ترک نہ کرو۔ جب دیکھو مشقت دنیاوی کی وجہ سے ہرج اوقات حسنہ ہو رہا ہے تو اس (شغل حسنہ) سے باز آؤ۔ پھر تمہیں اختیار ہے کہ بَحر کَۃٌ بَرُ کَۃٌ کا خیال کرتے ہوئے سفر اختیار کر دیا پھر الاستقَامَۃُ فَوقَ الکرامَۃ کے مطابق عمل بجالاؤ لیکن معتقدوں اور مریدوں کی فتوحات پر زمانے کے مشائخ اور پیرزادگان کی طرح گذارا نہ کرو۔ جو کچھ مریدوں اور معتقدوں کی جانب سے آئے اسے ضرورت بھر رکھو بقیہ کے بارے میں تمہیں اختیار ہے کہ (چاہو تو) اسے واپس کر دو۔ اور اگر نہ رکھو تو محتاجوں پر ایثار کر دو لیکن اہل دنیا کی طرح جمع کر کے نہ رکھو۔ یہاں تک کہ آنے والے کل کے لیے بھی سامان فراہم نہ کرو اس لیے کہ کل کا رزّاق بھی وہی تعالیٰ ہے۔ اور اگر مال مشتبہ آئے تو حتی الامکان قبول نہ کرو۔ اور اگر لے لیا ہو تو ۳ روز کا فاقہ کرو پھر تم پر وہ حلال ہو جائے گا۔

فائدہ:

اے بھائی! جب تک میں نے حصول دنیا کی لیاقت اپنے اندر دیکھی اس میں مصروف رہا۔ اور حضرت قطب العصر کے انتقال کے بعد افسوس وغم کھا کر ترک دنیا کی فکر ہوئی اب سفر میں اوقات گذر رہے ہیں۔ یہ جو وقت سفر میں گذر رہا ہے اس میں بھی حضرت کے ارشادات پر عامل ہوں۔ اللہ تعالیٰ استقلال بخشے۔ آمین ثم آمین!

اسرار : 38

ایک روز حضرت قطب العصر کی خدمت میں تھا تو یہ حکایت بیان فرمائی:

حضرت شیخ الاسلام مخدوم فرید الدین گنج شکر قدس سرہ اپنے ملفوظات میں لکھتے ہیں کہ اہل دنیا کے لیے اس مال میں زکوۃ پانچ درہم ہے یعنی پانچ درہم دے دے اور باقی کی حفاظت کرے۔ اور صوفیوں کو چاہیے کہ اپنی دولت میں ۵ درہم رکھ لیں اور باقی کل خیرات کر دیں اور عارفوں کو چاہیے کہ کچھ نہ رکھیں اس لیے تمہیں چاہیے کہ کچھ نہ رکھو۔ ایک روز اللہ تعالیٰ منصب عالی عنایت فرمائے گا اور عارف بنا دے گا۔

اے عزیز! بذل تین طرح کا ہے۔ اہل دنیا سائل کو دیتے ہیں اور اہل وعیال کو بھی دیتے ہیں یہ سخی کی صفت ہے۔ صوفیائے کرام اپنا وقت ہمیشہ بخشش وعطا میں صرف کرتے ہیں۔ یہ صفت جواد کی ہے، انہیں صاحب الجود کہنا چاہیے۔ اور انبیائے کرام علیھم الصلوٰۃ والتسلیم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کا وصف ایثار ہے۔ مانگنے والا اگر مانگے کل مال بخش دیں اپنے پاس کچھ نہ رکھیں چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ سنا ہوگا کہ اپنا سارا مال واسباب، اللہ تعالیٰ اور رسول خدا ﷺ کے نام

ایثار فرمادیا، کمبل اوڑھ لی۔ اس روز تمام ملائکہ کو بھی اللہ نے حکم فرمایا کہ سارے ملائک کمبل اوڑھیں کیوں کہ میرے صدیق نے کمبل اوڑھ لی ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: اے عزیز! اس پر عمل کروتا کہ ایک دن اعلیٰ مرتبے تک پہنچو۔

فائدہ:

اے بھائی! بزرگوں کے وطیرے پر عمل کرنا چاہیے تا کہ ایک روز مدارج اعلی نصیب ہو جائیں۔ ایثار وسخاوت تو یہ ہے کہ بخشش وعطا کے بعد سخی کے دل میں مسرتیں اور خوشیاں پیدا ہوں نہ کہ اس کے برخلاف۔

اسرار : 39

ایک روز حضرت قطب العصر کی خدمت میں حاضر تھا ارشاد فرمایا:

اے عزیز! ایک روز ترک تعلق کر کے سفر اختیار کرو گے۔ لوگ تمہارے گرد جمع ہو جائیں گے لیکن ان سے متعلق نہ ہو جانا۔ اے عزیز! بیت، اہل بیت اور مریدوں سے ترک تعلق کر کے کسی ایک جگہ سکون اختیار نہ کرو۔ اگر قیام کی نیت نہ ہو تو کچھ دن ٹھہرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس شہر میں قیام کرو جہاں قلب کو سکون ملے۔ اور انتشار پیدا نہ ہو۔ اور (ایک وقت آئے گا کہ) اکثر مشائخ شہر تم پر رشک کریں گے اور اہل دنیا ان کی جانب تمہاری بے توجہی سے اپنے دل میں نفاق رکھیں گے۔ اس پر صابر رہنا اور بدلہ لینے کی کوشش نہ کرنا۔ اور مساجد و مزارات بزرگان میں شہر سے باہر قیام کرنا تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔ اے عزیز! اگر تمہارے مریدوں میں سے کوئی جاہ وحشم اور بلند مرتبے والا ہو تو اس کی نصیحت نہ ماننا ورنہ نصیحت کا بار تمہاری گردن پر ہوگا اور اس کے بدلے کے لیے حشر میں پکڑے جاؤ۔

فائدہ:

اے بھائی! حضرت نے اس کمترین کے حق میں جو کچھ ارشاد فرمایا تھا میرے اوپر بالکل وہی ماجرا گذرا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت کے فرمان کے مطابق مجھے استقامت بخشی اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس نصیحت پر عمل کے لیے آپ عزیزوں کو بھی توفیق بخشے۔

اسرار : 40

ایک روز حضرت قطب العصر کی خدمت میں حاضر تھا کہ عذاب قبر کا تذکرہ زبان شریف پر آ گیا:

اے عزیز! مرنے والے پر عذاب کی دو قسم ہے۔ پہلی یہ کہ جب میت کو قبر میں رکھتے ہیں دو فرشتے اللہ تعالیٰ کی جانب سے میت سے سوال و جواب کرنے قبر میں آتے ہیں ان کے نام منکر نکیر ہیں۔ اگر وہ بندہ صالحین میں سے ہوگا، اور جواب صحیح دیے، تو دائیں جانب قبر میں جنت کی طرف سے کھڑکی کھولیں گے کہ قیامت تک اس میں آرام ہی آرام ہوگا۔ اور جو کوئی جواب نہ دے پائے گا اور پکڑ کے لائق ہوگا تو وہ فرشتہ گرز سے اس پر عذاب کرے گا اور بائیں جانب دوزخ سے ایک کھڑکی کھول دے گا کہ جس سے قیامت تک عذاب میں رہے گا۔

اے عزیز! پہلے بزرگوں نے یہ دو قسمیں بیان فرمائی ہیں لیکن میری تحقیق میں ایک تیسری قسم بھی ہے یعنی جس کسی سے اچھا اور برا دونوں طرح کا کام ہوا ہوگا وہ لائق عذاب اور لائق ثواب دونوں ہوگا۔ ایسے موقع پر فرشتہ کیا کرے گا؟

ایسے موقع کے لیے یہ پتہ چلا کہ قیامت تک وہ بندہ مذبذب کی طرح رہے گا۔
اس لیے تیسرا درجہ مذبذبین کا معلوم ہوا کہ اس کے فیصلہ کا معاملہ قیامت کے روز ہوگا۔

دوسرا عذاب یہ کہ جب میت کو قبر میں رکھتے ہیں تو تین دنوں تک وہ میت حیران و پریشان رہتی ہے کہ کبھی اس مقام تک اس سے پہلے گذر نہیں ہوا تھا اور وہ اس عذاب حیرت میں رہتا ہے۔ تین روز کے بعد اس عذاب سے نجات پاتا ہے اس لیے بزرگان دو رکعت نفل صلوٰۃ الحول پڑھتے ہیں۔ اس آزمائش سے سوائے انبیائے کرام علیہم السلام کے اولیاء اللہ بھی مستثنیٰ نہیں ہیں۔ انبیائے کرام کو ایک روز کل موجودات پر گذرنا نصیب ہوتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اس مقام میں، جہاں سے گذر چکے ہوں، وحشت نہیں ہوتی اور جس کسی کو اس مقام میں گذر نہیں ہوا ہو اس کو ضرور ہوگی۔

یہ باتیں سن کر میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ قبر میں اولیاء اللہ کی نعش کے متعلق کچھ بتایئے۔

ارشاد فرمایا کہ اے عزیز! انبیاء علیہم السلام کے جسم کو قبر میں رکھتے ہیں تو وہ ضائع نہیں ہوتا لیکن اولیاء اللہ کے جسموں کے ساتھ دو معاملہ ہے۔ جب اولیاء اللہ کی نعش کو قبر میں رکھتے ہیں تو فرشہ ان سے کہتا ہے کہ اپنی نعش کے بارے میں جو حکم کیجیے گا وہی ہوگا کیوں کہ آپ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے دوستوں میں سے ہیں۔ اس وقت اگر وہ چاہتے ہیں کہ ان کی نعش اسی حالت میں رہے تو فرشتے وہی کرتے ہیں اور اگر کہتے ہیں کہ میں دنیا میں فنافی الذات تھا اور یہاں نعش کا باقی رہنا کہیں تفرقہ کا باعث نہ ہو۔ اس لیے سب کچھ اپنی سطح پر فنا ہو کر ذات کے ساتھ باقی ہو جائے۔ چنانچہ فرشتے ایسا ہی کرتے ہیں۔

فائدہ:

اے عزیز! یہ حضرت قطب العصر کی باکرامت باتیں ہیں جنہیں میں نے دستور العمل کے طور پر لکھ دیا ہے، ان پر عمل کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ آپ عزیزوں کو بھی اپنے بزرگوں کے کلام کو لکھ لینے کی توفیق بخشے۔

❁❁❁

حواشی

1. مجمع السلوک الفوائد (شرح رسالہ مکیہ) کا قلمی نسخہ رضا لائبریری، رام پور میں محفوظ ہے۔
2. رسالہ مکیہ مصنفہ شیخ امام قطب الدین عبداللہ دمشقی۔
3. راحت القلوب (فارسی) جامع حضرت خواجہ نظام الدین اولیا، مطبوعہ 1309ھ اس کے قلمی نسخے متعدد کتب خانوں میں موجود ہیں، مطبع مجتبائی، دہلی۔
4. اسرار الاولیا ملفوظات حضرت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر جامع حضرت خواجہ بدر الحق (فارسی) اس کے قلمی نسخے متعدد کتب خانوں میں موجود ہیں۔ مطبوعہ 1876ء مطبع نولکشور، لکھنؤ۔
5. نام شرف الدین، لقب مصلح الدین اور تخلص سعدی۔ وطن آپ کا شیراز (ایران) تھا۔ پیدائش غالباً 589 / 1333ء، وفات 691ھ گلستان و بوستاں آپ کی مشہور تصانیف ہیں ان کے علاوہ آپ کا دیوان مشہور ہے۔ آپ کو شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی سے ارادت کا شرف حاصل تھا۔
6. شیخ الشیوخ عمر بن محمد شہاب الدین سہروردی کی پیدائش سہرورد، علاقہ زنجان میں 539ھ میں ہوئی اور بغداد میں 632ھ میں وصال فرمایا آپ کو اپنے چچا حضرت شیخ ابونجیب سہروردی (صاحب آداب المریدین) کے علاوہ حضرت غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔ اپنے زمانہ میں آپ عالم اسلام کی مشہور اور مقبول ترین شخصیتوں میں سے ایک تھے۔ عوارف المعارف، رشف النصائح الایمانیہ، ارشاد المریدین، اعلام الہدیٰ وعقیدۃ ارباب التقیٰ وغیرہ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ آپ کے خلفاء میں حضرت حمید الدین ناگوری، حضرت خواجہ بہاء الدین ذکریا ملتانی، حضرت شیخ جلال الدین تبریزی، حضرت شیخ نورالدین مبارک غزنوی، حضرت مخدوم شہاب الدین پیر جگجوت، شیخ

عزالدین الفاروقی، شیخ احمد دمشقی وغیرہ مشہور ومعروف ہیں۔ شیخ سعدی اور علامہ کمال الدین اسمٰعیل اصفہانی دونوں عظیم فارسی شاعر آپ ہی کے مرید تھے۔

7. خواجہ محمد حسن عرف خواجہ میرنجان ابن خواجہ حسین علی خان بہار کے مشہور معروف روٴسا میں سے تھے ان کا سلسلہ نسب نقشبندی سلسلہ کے عظیم الشان بزرگ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار سے جاملتا تھا۔ خواجہ سلطان جان عظیم آبادی ان کے سگے بھائی تھے اور یہ پورا خانوادہ اعلیٰ حضرت حضرت سید شاہ قمرالدین حسین قدس سرہٗ سے بے پناہ عقیدت ومحبت رکھتا تھا۔ چنانچہ بشمول خواجہ میرنجان ان کے سبھی بھائی اور اولاد حسب وصیت اعلیٰ حضرت کے پوتے اور جانشین حضرت سید شاہ منیرالدین حسین منعمی کے مرید تھے اور خواجہ وحید جان کے صاحبزادے خواجہ فریدالدین جان صاحب اپنے اسلاف کی روش پر گامزن تھے ان کی حویلی وجائداد مرزا گنج جموا (گریڈیہہ) میں ہنوز ان کے اہل وعیال سے آباد ہے۔ خواجہ فرید جان صاحب کے ایک بیٹے خواجہ عطرت جان بقید حیات ہیں۔ خواجہ وحید جان صاحب کے دوسرے صاجزادے جسٹس خواجہ محمد نور بہار کی مشہور ومعروف شخصیت گذرے ہیں ان کے اخلاف سے گیا کا نور کمپاؤنڈ آباد ہے۔

8. حضرت سید شاہ فخرالدین حسین عرف شاہ مبارک حسین خواہشؔ داناپوری 18 ذیقعدہ 1231ھ کو عظیم آباد میں پیدا ہوئے اور 41 سال کی عمر میں 13 ذی الحجہ 1273ھ کو اپنے آبائی مکان شاہ ٹولی داناپور میں وصال فرمایا اور وہیں آپ کا بارونق مزار مبارک ہنوز مرجع خلائق ہے۔ آپ اعلیٰ حضرت کے بڑے صاجزادے خلیفہ ومجاز اور جانشیں تھے۔ آپ کو بیعت وخلافت کا اپنے اپنے دادا حضرت سید شاہ شمس الدین حسین قادری منعمی منانی داناپوری سے حاصل تھا اور اپنے والد اور دادا دونوں کے وارث وجانشیں تھے۔ آپ کے خلفاء میں حضرت سید شاہ محمد یحییٰ ابوالعلائی عظیم آبادی، حضرت سید حمیدالدین عرف مولوی منگن، حضرت مولوی سید واجد حسین بلخی، حضرت سید شاہ تجمل حسین منعمی رائے پوری، حضرت قاضی محمد اسمٰعیل قدیمی فیاضی، حضرت شاہ ابوالبرکات عرف شاہ برکت مدن پوری ثم

داناپوری اور حضرت سید شاہ وزیر عطا داناپوری مشہور و معروف ہیں۔
آپ کی تین شادیاں ہوئیں۔ پہلی دونوں زوجہ مع اولاد فوت ہوگئیں۔ تیسری شادی حضرت خواجہ ذاکر کی صاحبزادی سے ہوئی جن سے چار صاحبزادے تولد ہوئے: حضرت حافظ سید شاہ منیرالدین حسین، حضرت مولانا الحاج سید شاہ عزیز الدین حسین منعمی، حضرت سید شاہ شرف الدین حسین اور حضرت سید شاہ رضی الدین حسین منعمی۔
آپ کے بعد بڑے صاحبزادے حضرت سید شاہ منیرالدین حسین خانقاہ منعمیہ قمریہ، میتن گھاٹ، پٹنہ سیٹی کے سجادہ پر جلوہ افروز ہوئے۔

9. ضرت خواجہ سید شاہ ابوالبرکات ابوالعلائی قدس سرہ (پیدائش 1159 ھ وصال 1256 ھ) اوائل تیرہویں صدی کے مشائخ کاملین اور مسلم الثبوت اولیا اللہ میں سے ایک تھے۔ آپ حضرت خواجہ رکن الدین عشق عظیم آبادی کے مرید و خلیفہ اعظم تھے۔ ایک زمانہ آپ سے فیضیاب ہوا۔ اعلیٰ حضرت سید شاہ قمرالدین حسین قدس سرہ آپ کے ہی مرید و خلیفہ اعظم اور جانشیں تھے۔ آپ کے ملفوظات فائض البرکات کے نام سے اعلیٰ حضرت نے جمع فرمائے ہیں جس کا فارسی متن اس حقیر کے ترجمے کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔ آپ کا مزار مبارک اپنے پیر و مرشد حضرت کے پائیں ہنوز مرجع خلائق ہے۔

10. حضرت سید شاہ فریدالدین احمد داناپوری اپنے حضرت سید شاہ غلام حسین داناپوری کے منجھلے صاحبزادے اور مرید و خلیفہ و جانشیں تھے۔ حضرت خواجہ سید شاہ ابوالبرکات ابوالعلائی سے بھی سلسلہ ابوالعلائیہ کا فیضان حاصل فرمایا تھا۔ اعلیٰ حضرت آپ کے اپنے چچازاد بھائی تھے اور عمر میں چند ماہ چھوٹے تھے لیکن آپ نے ان کی صحبت میں بھی زانوئے ادب تہ کیے تھے اور مستفید ہوئے تھے۔ 56 سال کی عمر میں شاہ ٹولی داناپور میں معارضہ بخار 15 محرم الحرام 1259 ھ کو انتقال فرمایا اور اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ حضرت سید شاہ فدا حسین، حضرت سید شاہ ہدایت حسین اور سید حسین آپ کے صاحبزادے تھے۔

11. حضرت شیخ شمس الدین محمد حافظ شیرازی (ولادت 726 ھ/ 1324ء وصال

791ھ/1389ء) ایران کے شہر شیراز کو آپ کے وطن ہونے کا شرف حاصل تھا۔ حافظ کا فارسی دیوان مشہور عام اور مقبول خاص و عام ہے۔

12. الذاریات:56

13. النبا:13

14. الرحمٰن:60

15. القصص:77

16. محمد نام جلال الدین لقب اور شہرت مولانائے روم کے عنوان سے ہے آپ کے والد شیخ بہاء الدین تھے۔ مولانائے روم کی ولادت بلخ میں 604ھ میں ہوئی اور ان کا وصال قونیہ میں 18 سال ربیع الثانی 648ھ کو واصل بحق ہوئے۔ مولانا روم کا شمار اکابر علماء اور مستند ترین صوفیا میں ہوتا ہے۔ اپنے والد کے بعد انہوں نے مولانا برہان الدین محقق سے روحانی استفادہ فرمایا تھا۔ اس کے بعد شمس تبریز نامی قلندر باکمال کی الفت وصحبت نے مولانا کو عدیم المثال بنا دیا۔ ان کی مثنوی شہرت کے آسمان کو چھو رہی ہے۔ مولانا کے ملفوظات فیہ مافیہ کے نام سے مشہور ہیں۔

17. خواجہ طالب علی خاں عرف خواجہ سلطان جان بھی خواجہ حسین علی خاں کے صاحبزادے اور معروف رؤسائے بہار میں سے تھے۔ ان کا سلسلہ نسب مشہور نقشبندی بزرگ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار سے جاملتا تھا۔ ان کی شادی راجہ خان بہادر ٹکاری کی صاحبزادی تکو بی بی سے ہوئی تھی۔ ادب کے ستھرے ذوق کے ساتھ ساتھ طبیعت علم تصوف کی طرف خاصی مائل تھی۔ سلطان تخلص فرماتے۔ آپ کے اردو دیوان پر تحقیق کا کام ہو چکا ہے۔ حضرت خواجہ ابوالبرکات سے بیعت کا شرف رکھتے تھے اور اعلیٰ حضرت کی صحبت میں تعلیم و تربیت اور نسبت کے حصول میں مصروف رہتے تھے۔ اعلیٰ حضرت سے عقیدت کی وجہ کر ہی حسب وصیت آپ کے پائیں خانقاہ منعمیہ قمریہ، میتن گھاٹ میں دفن ہوئے۔

18. حضرت مخدوم شاہ حسن علی منعمی قدس سرہ (ولادت 1143ھ وصال 1224ھ) کا سلسلہ

نسب حضرت مخدوم شاہ شعیب بن جلال منیری ثم شیخپوروی سے جاملتا ہے۔ عہد طفولیت سے بھی آپ کی ولایت کے آثار ہویدا تھے۔ تعلیم کی غرض سے عظیم آباد آئے انہیں دنوں حضرت مخدوم منعم پاک دہلی سے پٹنہ تشریف لائے۔ آپ ان کا شہرہ سن کر خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت مخدوم منعم پاکؒ نے رشتۂ قریب میں عزیز ہونے کی وجہ کر خوب خوب شفقت فرمائی چنانچہ پھر آپ ہی کی خدمت میں تعلیم و تربیت کی تکمیل ہوئی۔ بیعت و اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے اور خواجہ کلاں کے قریب نیم گھاٹ میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ آپ اپنے زمانے کے کامل بزرگوں میں شمار کئے جاتے ہیں تقریباً دوسو مکاتیب اور مختصر سا ملفوظ آپ کی یادگار ہے۔ آپ کے خلفاء میں حضرت حکیم شاہ فرحت اللہ المخاطب بہ حسن دولت کریم چکی چھپروی، حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھلواروی، حضرت مخدوم شاہ یحییٰ علی صفی پوری، حضرت مولانا شاہ عماد الدین چک مجاہدی اور حضرت شاہ حیات اللہ (مصنف حجۃ العارفین) مشہور و معروف ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے بھی تین ماہ تک آپ کی صحبت میں زانوئے تلمذ و صحبت طے کیا ہے۔

19. صحابی رسول اللہ ﷺ۔

20. الجامع الصحیح البخاری۔ باب کیف کان بدء الوحی۔

21. حضرت خواجہ ابوالخیر کی ولادت 1203ھ میں ہوئی اس طرح آپ اعلیٰ حضرت کے بالکل ہم سن تھے۔ یہیں عظیم آباد میں آپ نے 1253ھ میں وصال فرمایا اور خواجہ زادگان کے مقبرہ میں حضرت عشق کی تکیہ پر دفن ہوئے۔ اپنے والد حضرت خواجہ ابوالبرکات سے بیعت و خلافت کا شرف رکھتے تھے اور آپ نہایت خوش خلق اور منکسر المزاج تھے۔

22. مولوی اکرم الحق ابن مولوی امین الحق ابن مولوی محمد کمال الحق ابن حضرت ملا غلام یحییٰ بہاری (محشی شرح آداب المریدین) باڑھ ضلع پٹنہ کے مشہور صورت علمی خانوادے کے چشم و چراغ تھے اور رئیسانہ زندگی گذارتے تھے۔ مولوی اکرم الحق کے دادا حضرت مخدوم شاہ محمد منعم پاکباز قدس سرہ کے مرید و مجاز تھے۔ لیکن خود انہوں نے سید احمد بریلوی صاحب کو

ہاتھوں پر بیعت جہاد کرلی تھی اور بڑے شدومد کے ساتھ ان کے پیرو ہو گئے تھے۔ مولوی اکرم الحق صاحب کے یہاں جب بیٹا تولد ہوا تو سید احمد بریلوی صاحب کے کہنے پر اس کا نام بھی مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب کے نام پر محمد اسمٰعیل رکھا گیا جو بعد میں عہدہ قضا تک پہنچے اور اپنی شدید بیماری کی وجہ کر اپنے آبا واجداد کے پیران یعنی مشائخ منعمیہ کی طرف رجوع ہوئے اور والد کے پیروں کے عقیدوں سے برگشتہ ہو گئے۔ قاضی اسمٰعیل قدیمی کے صاحبزادے قاضی عبدالحمید، اردو کے مشہور محقق قاضی عبدالودود کے سگے دادا تھے اوران کے والد قاضی عبدالوحید فردوسی عظیم آباد کے نامور روسا اور علم و دوست شخصیتوں میں گذرے ہیں انہیں حضرت جنا بحضور شاہ امین احمد ثبات بہاری فردوسی سے بیعت واستفادہ کا شرف حاصل تھا اور فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں سے بھی نہ صرف فیضیاب ہوئے تھے بلکہ رسالہ تحفۂ حنفیہ کی اشاعت کے ذریعہ انہوں نے پٹنہ کو سنیت کا ایک عظیم فعال مرکز بنا دیا تھا۔

23. مرزا محمد حسن نامی رئیس وقت بھی اعلیٰ حضرت کے مسترشدوں میں سے تھے (کیفیت العارفین، ص:302) ایک روز وہ کسی جگہ جا پہنچے تو دیکھا کہ اعلیٰ حضرت ہاتھ میں تازیانہ لئے میری تنبیہ کو آرہے ہیں چنانچہ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور حضرت کے آنے پر حیرت کرتے ہوئے ان کی خانقاہ کی طرف گئے تو حضرت کو وہیں مراقب دیکھا چنانچہ پھر دوڑتے ہوئے پہلی جگہ جا کر بیٹھنا ہی چاہتے تھے کہ پھر حضرت کو اسی انداز میں دیکھا کہ تازیانہ لئے آرہے ہیں۔ چنانچہ خوف زدہ ہو کر اپنے گھر پہنچے اور چند دنوں تک خلاف معمول حضرت کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے۔ کچھ دنوں بعد جب اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پہنچے تو حضرت کی زبان پر یکایک یہ بات آگئی کہ اللہ تعالیٰ نے مرشدوں کو مکروہات وبلیات سے مسترشدوں کو نجات دلانے کے لیے بنایا ہے تاکہ وہ دین ودنیا میں ان کی دستگیری فرمائیں۔ (کیفیت العارفین، ص:252)

24. ابوسعید حسن بصری (21-110ھ) جلیل القدر تابعی اور مقبول ترین فصیح اللسان خطیب

تھے۔ مدینہ منورہ میں ولادت اور نشو ونما ہوئی اور بصرہ آپ کا مدفن ہے۔ زہد وورع میں یکتائے زماں تھے۔ تفاسیر واحادیث میں آپ نے متعدد روایات کے معتبر ذریعہ ہیں۔ صوفیہ ومشائخ کی بعض معتبر نسبتیں آپ ہی کے ذریعہ حضرت علی تک پہنچتی ہیں۔ (الاعلام 243:3)

25. حضرت کمیل ابن زیاد نخعی (م 82ھ)، حضرت علی کے معروف تلامذہ میں سے ہیں۔ زہد وورع اور صدق وصفا میں آپ کا رتبہ بہت بلند ہے۔ حجاج بن یوسف نے آپ کو شہید کر دیا۔ سلسلہ کمیلیہ کا خرقہ حضرت نجم الدین کبریٰ ولی تراش سے حضرت شیخ الشیوخ عمر بن محمد شہاب الدین سہروردی کو پہنچا ہے اس کی سند اس طرح ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی عن شیخ نجم الدین کبریٰ عن شیخ اسمٰعیل مصری عن محمد بن مالک عن داؤد بن محمد عن ابوالعباس بن ادریس عن ابوالقاسم بن رمضان عن ابویعقوب طبری عن ابوعبداللہ بن عثمان بن ابویعقوب لہز جوری عن ابویعقوب نسوی عن عبدالواحد بن زید عن کمیل بن زیاد عن حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ (بیر الاولیا، ص:535)

26. حضرت شیخ احمد لنگر دریا بلخی فرماتے ہیں کہ والد مرحوم (حضرت مخدوم شیخ حسن دائم جشن بلخی) فرماتے تھے کہ کچھ دنوں میں نے مرید کرنے اور مقراض رانی (بیعت کے بعد پیر کا مرید کے سر سے چند بال تراشنا) کو ترک کر دیا تھا۔ ایک رات اپنے پیر ومرشد والد ماجد مخدوم شیخ حسین نوشہ توحید بلخی (م 844ھ) کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ کیوں ہمارا کام جاری نہیں کرتے۔ میں نے عرض کیا کہ میری نظر اپنے اوپر پڑی ہوئی ہے جو کہ خود آلودگی میں غرق ہو، دوسرے کا ہاتھ کیوں کر پکڑے اور کیوں کر دوسرے کو توجہ دے۔ حضرت شیخ حسین نے آستین مبارک سے ایک کاغذ نکالا اور میرے ہاتھ میں دیا جب میں نے اسے کھولا۔ دیکھا پیران فردوسی کا شجرہ بخط سبز لکھا ہوا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا پڑھو دیکھو تمہارا نام چوبیس پیروں کے نام کے اوپر لکھا ہوا ہے اگر یقین نہ ہوا اپنے پس پشت دیکھو جب میں نے پیچھے نظر کی۔ دیکھا کہ حضرت مخدوم شیخ مظفر کھڑے ہیں ان کے پیچھے حضرت مخدوم جہاں،

ان کے پیچھے حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی قدس اللہ اسرارھم اسی طرح حضرت رسالت مآب ﷺ۔ پھر آپ نے فرمایا جس کے ایسے ایسے پیشوا ہوں۔ اس کو کیا پرواہ ہو۔ جب صبح ہوئی میں نے فرمان شیخ کی اطاعت کی۔

(وسیلہ شرف وذریعہ دولت مصنفہ حضرت صوفی منیری ص:94 سال اشاعت 1996ء۔)

27.حضرت سید شاہ غلام حسین داناپوری (پ 1168ھ وصال 20 محرم الحرام 1254ھ)

حضرت مخدوم شاہ محمد یٰسین داناپور کے پوتے اور حضرت سید شاہ ولی اللہ داناپوری کے بڑے صاجزادہ ہیں۔ آپ کو بیعت وخلافت کا شرف حضرت مخدوم شاہ محمد منعم پاک قدس سرہ سے حاصل تھا۔ آپ کو اپنے آبائی سلاسل کی اجازت حضرت شاہ محمد مقیم نوآبادی قدس سرہ سے حاصل ہوئی تھی۔ آپ کی پہلی زوجہ میر سوہن صاحب ساکن موضع گرگانواں کی صاجزادی تھیں جن سے ایک صاجزادے کی ولادت ہوئی بعدہٗ دونوں ماں بیٹے ایک ساتھ انتقال کر گئے۔ آپ کی دوسری زوجہ امۃ الفاطمہ عرف بی بی حضرت حافظ محمد یعقوب عظیم آبادی ابن حافظ عبداللطیف ابن حافظ محمد یوسف ہیں جن مندرجہ ذیل چار صاجزادے اور ایک صاجزادی ہوئیں۔ حضرت سید شاہ وحیدالدین داناپوری، حضرت سید شاہ فریدالدین داناپوری، حضرت سید شاہ سلطان احمد داناپوری، حضرت حکیم سید شاہ مرادعلی داناپوری اور ایک صاجزادی بی بی حفیظہ حضرت شاہ تراب الحق ابن شاہ طیب اللہ موڑوی سے منسوب ہوئیں۔

آپ کے خلفاء میں آپ کے صاجزادگان کے علاوہ آپ کے پوتے حضرت سید شاہ عطا حسین فانی داناپوری (جامع اسرار قمریہ)، حضرت سید شاہ فدا حسین داناپوری اور حضرت سید شاہ کاظم حسین داناپوری بھی آپ ہی کے مرید وخلیفہ تھے۔ عزیزوں میں میر سید حامد حسین، میر سید احمد حسین اوران کے صاجزادے میر سید فضل حسین بھی آپ ہی کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت مخدوم شاہ یحییٰ علی صفی پوری اور حضرت مولانا شاہ ظہورالحق عمادی پھلواروی نے بھی آپ سے اجازت سلاسل حاصل کی تھی۔ اعلیٰ حضرت سید شاہ قمرالدین

حسین قدس سرہ کو بھی آپ نے اپنے جملہ سلاسل واوراد کی اجازت عطا فرمادی تھی۔
آپ کے ملفوظات آپ کے پوتے نیز مرید وخلیفہ ومجاز مطلق حضرت سید شاہ عطا حسین فانی داناپوری ثم گیاوی نے کلمات الواصلین کے نام سے جمع فرمائے تھے لیکن تادم تحریر اس کے کسی نسخے کا علم نہیں۔
21 محرم الحرام 1254ھ کو حضرت سید شاہ غلام حسین داناپوری قدس سرہ نے وصال فرمایا اور شاہ ٹولی داناپور کے آبائی قبرستان میں اپنے والد ووادا کے قریب ہنوز آپ کا مزار مبارک بقعہ نور ہے۔
28. حضرت مولوی حاجی شاہ تراب علی ابوالعلائی (م 1258ھ) علاقہ لکھنؤ میں قصبہ لاہر پور کے رہنے والے تھے اور عدالت انگریزی میں ملازمت کا شغل رکھتے تھے۔ حضرت قطب العاشقین خواجہ سید شاہ ابوالبرکات ابوالعلائی جب گوالیار میں جلوہ افروز ہوئے تو آپ ان کا شہرہ سن کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بیعت سے مشرف ہوئے۔ طبیعت اس راہ کی طرف مائل ہوئی چنانچہ تربیت وصحبت میں مستعد ہو کر فیوض باطنی حاصل کرنے لگے۔ پھر حضرت خواجہ نے آپ کو اجازت وخلافت سے بھی سرفراز فرمادیا۔ آپ کی طبیعت انگریزی ملازمت وغیرہ سے اچاٹ ہوگئی اور قناعت وتوکل کا وطیرہ اختیار کرلیا۔ اور سیر وسیاحت کی راہ منتخب کرلی۔ حج وزیارت حرمین ونجف اشرف وکربلائے معلیٰ وبغداد شریف وغیرہ سے فارغ ہو کر جب واپس ہندوستان پہنچے تو الہ آباد میں حضرت خواجہ ابوالبرکات ابوالعلائی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ایک روز حضرت خواجہ نے آپ سے ارشاد فرمایا کہ تم نے خوب سیر وسیاحت کی لیکن اپنے پیران پیر حضرت خواجہ شاہ رکن الدین عشق عظیم آبادی کے روضہ اور دوسرے پیران ومشائخ سلسلہ کی زیارت اب تک نہیں کی ہے اس کے علاوہ تمہیں اپنے اخوان طریقت سے بھی ملاقات کرنی چاہیے۔ خاص طور پر میر قمرالدین حسین سے ضرور ملو۔ چنانچہ آپ حسب ارشاد مرشد عظیم آباد کے لیے روانہ ہوئے۔ آپ کے پیر ومرشد حضرت خواجہ نے آپ کے جانے کی اطلاع اپنے محبوب خلیفہ اعظم اعلیٰ حضرت میر قمرالدین

حسین عظیم آبادی (صاحب ملفوظ اسرار قمریہ) کو بھی ارسال فرمادی۔ اعلیٰ حضرت نے جملہ یاران حلقہ کو آپ کی آمد سے مطلع کردیا۔ چنانچہ حضرت شاہ تراب علی ماہ شعبان 1254ھ کے اخیر میں پٹنہ پہنچے اور سلسلہ ابوالعلائیہ برکاتیہ کی بہار دیکھ کر کافی متاثر ہوئے۔ اعلیٰ حضرت حضرت سے خوب خوب صحبتیں رہیں اور مختلف مسائل علمیہ اور دقاق عرفانیہ پر تبادلۂ خیال کے نتیجے میں حضرت شاہ تراب علی کو اعلیٰ حضرت سے انشراح واتفاق کے مواقع میسر ہوئے۔ اپنے پیران پیر اور شیوخ سلسلہ کے مزارات پر حاضری کا سلسلہ رہا۔ اعلیٰ حضرت نے آپ کی خاطر دعوت سماع کا بھی اہتمام فرمایا۔ بعض عناوین سلوک پر گفتگو بھی ہوئی۔ اس دورے کے نتیجے میں حضرت شاہ تراب علی بھی اعلیٰ حضرت سے مؤدب ومحبت کے گہرے رشتے میں بندھ گئے اور بے حد متاثر اور مطمئن ہوئے۔ بعض مسائل ومنازل سلوک پر اعلیٰ حضرت کی تحقیقات کے آگے بڑی فراخ دلی سے حضرت شاہ تراب علی نے اپنی تحقیقات سے رجوع فرمالیا۔ انہیں دنوں خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف میں ایک عرس کے موقع سے اعلیٰ حضرت کے ہمراہ آپ بھی تشریف لے گئے اور محظوظ ہوئے۔ اس موقع پر مصنف کیفیت العارفین حضرت سید شاہ عطا حسین فانی منعمیؒ بھی اپنے مرشد اعلیٰ حضرت کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے عرس کی ساری تفصیل چشم دید لکھی ہے۔

اس سفر میں بہار شریف اور شہر گھاٹی وغیرہ بھی حضرت شاہ تراب علی تشریف لے گئے بعدہٗ الہ آباد پہنچ کر اپنے پیر ومرشد حضرت خواجہ ابوالبرکات کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر کلکتہ ہوتے ہوئے بذریعہ جہاز زیارت حرمین کے لیے روانہ ہوگئے۔ زیارت وحج سے فراغت کے بعد واپس تشریف لائے اور بمبئی وناسک وغیرہ ہوتے ہوئے حیدرآباد میں قیام فرمایا۔ جب تک پیر ومرشد حیات تھے آپ نے ادباً کسی کی بیعت قبول نہ فرمائی لیکن پیر ومرشد کے وصال (1256ھ) کے بعد کچھ طالبان صادق کو قبول فرمایا۔ آپ کی شخصیت حیدرآباد میں مرجع خلائق رہی اور آپ کا شمار مغتنم زمانہ صوفیہ میں ہوا۔ عارضہ اسہال میں مبتلا ہوکر تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں آیت کریمہ اللّٰہ نور السموات والارض...... الخ پڑھتے

ہوئے مندرجہ ذیل شعر پڑھ کر 11 جمادی الاول 1258ھ کو بحق ہوئے

وقت آں آمد کہ من عریاں شوم

جسم بگذارم سراپا جاں شوم

حیدر آباد کی مشہور و معروف درگاہ یوسفین کے احاطے میں ایک الگ حجرے میں آپ کا مزار معروف ہے۔ آپ کے دو مسترشدین کا پتہ ملتا ہے۔ پہلے حضرت امیر علی شاہ جو آپ کی درگاہ کی خدمت پر بھی مستعد تھے اور لوگ آپ سے استفادہ فرماتے تھے اور دوسرے حضرت حکیم عبداللہ شاہ، جن کا قیام بمبئی میں تھا۔ (کیفیت العارفین، ص:229-227)

❁❁❁

سید کلیم الدین منعمی صاحب نے بھیجی۔
۲۲/۲/۲۰۱۵
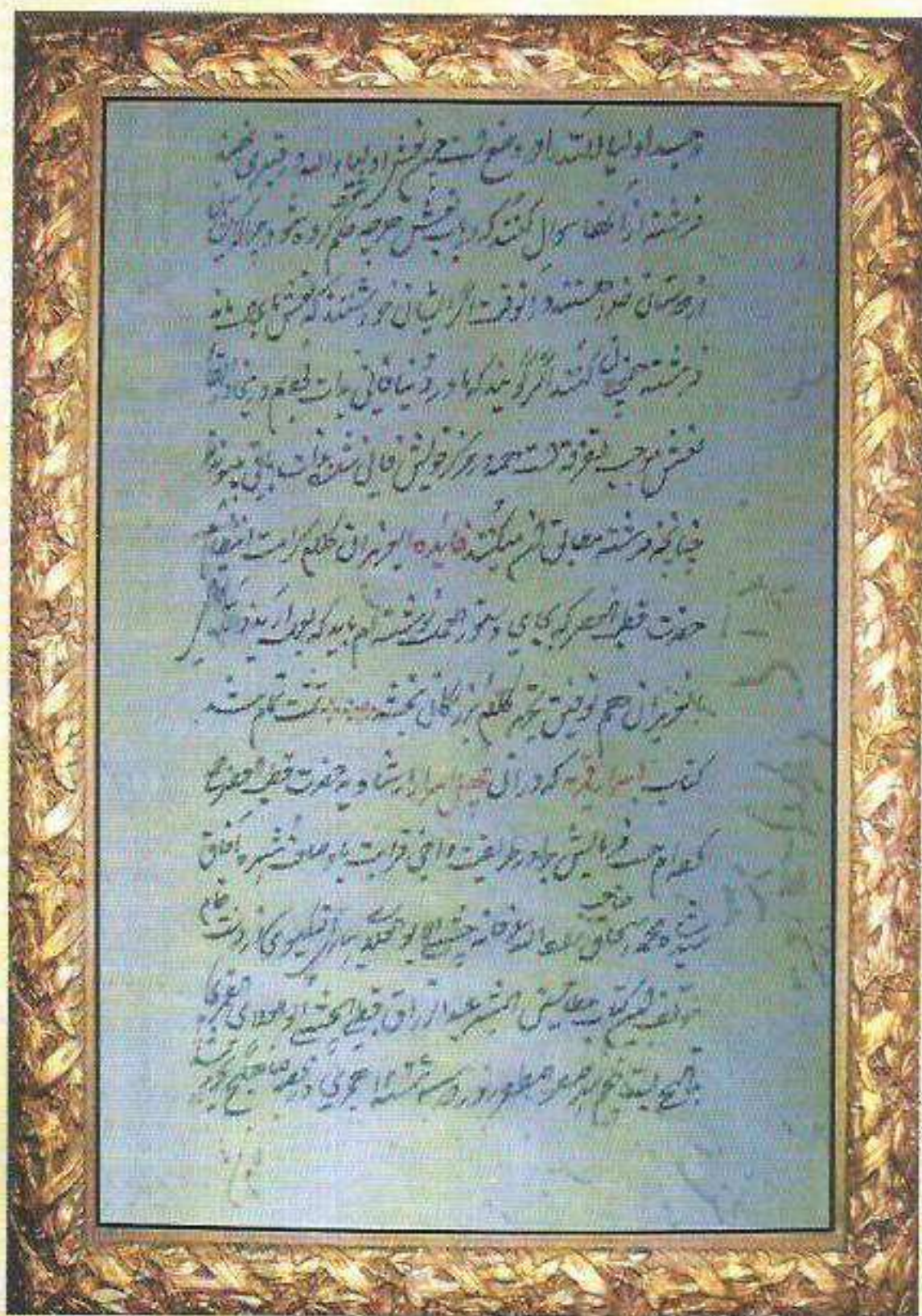
عکس صفحہ آخر اسرار قمریہ

Asrar-e-Quamaria

Malfuzat

Hazrat Mir Syed Shah Quamaruddin Hussain Munemi

Translation, Forward & Foot Notes By

Hazrat Syed Shah Shamimuddin Ahmad Munemi

منقبت

اعلیٰ حضرت قطب العصر سید شاہ قمر الدین حسین حسنی ابوالعلائی قدس سرہ

از۔ حضرت عمدۃ المتوکلین الحاج سید شاہ عطا حسین فانی داناپوری ثم گیاوی قدس سرہ

فرحت دل شود مرا از مدح و ثنائے تو
برکت جان من بود، سر چو نہم بپائے تو

مرشد پاک مقتدا، زندۂ آل مصطفیٰ
خلد بریں ست جای تو، قربت حق فضائے تو

مظہر ذات کبریا، مصدر فیض مرتضیٰ
چوں کہ توی خدا نما، عاشق شد خدائے تو

سرِّ خدا شنیدہ ام، جلوۂ پاک دیدہ ام
منکہ بحق رسیدہ ام، از سبب ولای تو

خاک درت سگ حضور، سیر نمود ور دور
فیض چو شد زمں ظہور بود ہمہ عطائے تو

آرزو نیست در دلم، تا بدرت اگر رسم
سرمہ چشم خود کنم، خاک در سرائے تو

کرد فراق تو بمن، ہوش نماند جان و تن
می کشد اندریں محن، آرزوے لقائے تو

فیض نگاہ شاہ دیں کرد اثر بمن چنیں
گشتم ازاں طرب گزیں چوں نشوم فدائے تو

ہستی شاہ قمر دیں، ہست مرا بدل یقیں
ہست غلام کمتریں، فانیؔ خاکپائے تو

ISBN 978-81-925813-4-7

9 788192 581347

Eram Publishing House

Dariyapur, Patna - 800 004